41

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

ہفت روزہ

19 تا 25 ذی القعدہ 1432ھ/ 18 تا 24 اکتوبر 2011ء

اس شمارے میں

ڈینگی کا صحیح اور مؤثر علاج

ممتاز قادری کیس کا غیر اسلامی فیصلہ

تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا واحد ضامن: غلبۂ دین

فتح مکہ اور اس کا پس منظر

بچاؤ کی ڈھال
صرف اسلام اور غلبۂ حق ہے

دہریے اور مرتدین اب منظرِ عام پر!

یہ بھی ایک جنگ ہے

اقامت دین کی جدوجہد اور اپنا گھر

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

آہ! ساری عمر ضائع کردی!

مفتی محمد شفیعؒ مرحوم و مغفور فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی خدمت میں ایک دن نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت غمزدہ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا "مزاج کیسا ہے"۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے میاں' مزاج کیا پوچھتے ہو' عمر ضائع کردی...... میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں اور دین کی اشاعت میں گزری ہے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ "میں تمہیں صحیح کہتا ہوں کہ اپنی عمر ضائع کردی!" میں نے عرض کیا کہ حضرت اصل بات کیا ہے؟ فرمایا "ہماری عمروں کا' ہماری تقریروں کا' ہماری ساری کوششوں کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفی مسلک کی ترجیح قائم کردیں' امام ابوحنیفہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں' یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا' تقریروں کا اور علمی زندگی کا!...... اب غور کرتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی! پھر فرمایا "ارے میاں اس بات کا کہ کون سا مسلک صحیح تھا اور کون سا خطا پر' اس کا راز تو کہیں حشر میں بھی نہیں کھلے گا اور نہ دنیا میں اس کا فیصلہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترک رفع یدین حق تھا؟ (نماز میں) آمین زور سے کہنا حق تھا یا آہستہ کہنا حق تھا' برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا' روزِ محشر اللہ تعالیٰ نہ امام شافعیؒ کو رسوا کرے گا نہ امام ابوحنیفہؒ کو' نہ امام مالکؒ کو' نہ امام احمد بن حنبلؒ کو...... اور نہ میدان حشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے گا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحیح کہا تھا یا امام شافعیؒ نے غلط کہا تھا' ایسا نہیں ہوگا۔

"تو جس چیز کا نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے' نہ برزخ میں' نہ محشر میں' اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی اور جو "صحیح اسلام" کی دعوت تھی' جو سب کے نزدیک مجمع علیہ اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں' جن کی دعوت انبیاء کرامؑ لے کر آئے تھے' جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا' وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی' آج اس کی دعوت ہی نہیں دی جارہی' یہ ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہورہی ہیں اور اپنے اور اغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کررہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا' وہ پھیل رہے ہیں' گمراہی پھیل رہی ہے' الحاد آرہا ہے' شرک و بت پرستی چلی آرہی ہے' حرام و حلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں!......

اس لئے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کررہا ہوں کہ عمر ضائع کردی۔

وحدت اُمت

مولانا مفتی محمد شفیعؒ

سورۃ یونس

(آیات:74تا82)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

''پھر نوح کے بعد ہم نے اور پیغمبر اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے۔ تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس چیز کی پہلے تکذیب کر چکے تھے اس پر ایمان لے آتے۔ اسی طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ پھر ان (نوحؑ) کے بعد ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ گنہگار لوگ تھے۔ تو جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ موسیٰؑ نے کہا، کیا تم حق کے بارے میں جب وہ تمہارے پاس آیا یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے۔ وہ بولے، کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں، اس سے ہم کو پھیر دو اور (اس) ملک میں تم دونوں ہی کی سرداری ہو جائے؟ اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور فرعون نے حکم دیا کہ سب کامل فن جادوگروں کو ہمارے پاس لے آؤ۔ جب جادوگر آئے تو موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ جو تم کو ڈالنا ہو ڈالو۔ جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو موسیٰؑ نے کہا کہ جو چیزیں تم (بنا کر) لائے ہو جادو ہے۔ اللہ اس کو ابھی نیست و نابود کر دے گا۔ اللہ شریروں کے کام سنوارا نہیں کرتا۔ اور اللہ اپنے حکم سے سچ کو سچ ہی کر دے گا، اگرچہ گنہگار برا ہی مانیں۔''

نوح علیہ السلام کے بعد اللہ نے بہت سے رسول اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے۔ وہ سب کے سب اُن کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے۔ لیکن وہ جس چیز کے انکار پر اڑ چکے تھے، ساری روشن دلیلیں دیکھنے کے باوجود بھی وہ اس کو ماننے والے نہ بنے۔ اُن کی انکار کی روش برابر جاری رہی۔ اور اللہ کی یہ سنت ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر مہر کر دیا کرتا ہے۔

سلسلہ انبیاء میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آتا ہے۔ اِن کے علاوہ بھی رسول آئے ہیں مگر یہاں اُن کا صراحتاً ذکر نہیں ہے — پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے بعد موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ مگر انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ مجرم گنہگار تھے۔ اُن کی ہٹ دھرمی کا عالم یہ تھا کہ جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے حق پہنچا تو انہوں نے کہا، یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اِس پر موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تنبیہ کی اور اُن سے کہا کیا تم یہ بات اُس حق کے بارے میں کہہ رہے ہو جو تم تک پہنچا ہے؟ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر تو کبھی فلاح نہیں پایا کرتے۔ قوم نے بات ماننے سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ان رسم و رواج سے پھیر دو جن پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا، اور تمہارا منشاء یہ ہے کہ حکومت تم دونوں کی ہو جائے، زمین کے اندر تمہاری بڑائی ہو جائے۔ دونوں سے مراد موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ہیں۔ اس موقع پر فرعون نے حکم دیا کہ تمام ماہر جادوگروں کو اکٹھا کیا جائے۔ فرعون کے حکم کے مطابق جب وہ جادوگر اکھٹے ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ جو تم ڈالنے والے ہو، ڈالو۔ تو جب انہوں نے اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، یہ جو تم لائے ہو یہ جادو ہے، بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا باطل ہونا ثابت کر دے گا اور اسے نسیاً منسیاً کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ مفسدوں کے عمل کو کامیاب نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ تو اپنے کلمات سے حق کو حق ثابت کرتا ہے، خواہ یہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جہنمیوں کی غذا کی بدبو

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَاَنْتَنَ اَهْلَ الدُّنْيَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غساق (یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی اور جس کے متعلق قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ وہی انتہائی بھوک میں ان کی غذا ہو گی، وہ اس قدر بدبودار ہو گی کہ) اگر اس کا ایک ڈول اس دنیا پر بہا دیا جائے، تو ساری دنیا (اس کی سڑاند سے) بدبودار ہو جائے۔''

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

19 تا 25 ذی القعدہ 1432ھ جلد 20
18 تا 24 اکتوبر 2011ء شمارہ 41

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا----------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

ڈینگی کا صحیح اور مؤثر علاج

گزشتہ دنوں ہم نے اپنی ایک تحریر میں پنجاب میں ڈینگی، سندھ میں بارشوں کی تباہی، کراچی اور بلوچستان میں باہمی قتل و غارت کو اللہ کے عذاب کی ایک صورت قرار دیا تھا۔ ہم اللہ کے فضل و کرم سے آج بھی ذہناً اور قلباً اس بات کے پوری شدت کے ساتھ قائل ہیں کہ اجتماعی طور پر نظریہ پاکستان سے انحراف، انفرادی طور پر اچھے اخلاق اور دیانت داری جیسی فطری صفات سے محروم ہونا، مزید برآں بدعہدی اور دنیوی خواہشات کی تکمیل کے لیے حلال و حرام کی تمیز ختم کر دینے سے اللہ رب العزت کی ناراضگی کا اظہار ہو رہا ہے۔ لیکن ایک بات واضح رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جہاں تک عذاب استیصال یعنی جڑ کاٹ دینے والا اور صفحۂ ہستی سے مٹا دینے والے عذاب کا تعلق ہے وہ صرف اُن اقوام یا اُن بستیوں پر نازل ہوا جہاں اللہ کے رسول بنفس نفیس موجود تھے، اور اُن اقوام اور بستیوں کے باسیوں نے اللہ کے رسول کا حتمی انکار کیا تو اللہ نے اپنے رسول اور مؤمنینِ صادقین کو وہاں سے نکال کر اُس قوم یا بستی کا مکمل خاتمہ اور صفایا کر دیا۔ پھر یہ کہ اُن کی اِس مکمل تباہی کے لیے ظاہری اسباب پیدا کرنے بھی ضروری نہ سمجھے گئے، مثلاً یہ کہ اگر قوم لوط پر پتھروں کی بارش ہوئی اور کس طرح اُس بستی کے افراد کو چن چن کر ایک طرح کا سنگسار کر دیا گیا تو اُس کی کوئی سائنسی توجیہہ نہیں کی جاسکتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم دریا کے کنارے نہیں بستی تھی، اِسی لیے اُن کی قوم اُن کے کشتی بنانے کے عمل پر اُن کا استہزا کرتی رہی، لیکن پانی نہ صرف آسمان سے برسا بلکہ زمین سے بھی یوں پھوٹا کہ وہ قوم دریا نہ ہونے کے باوجود غرقِ آب ہوگئی۔ جس قوم کی شکلیں مسخ ہوگئیں یا بندر بنا دیئے گئے ظاہر ہے اُس کے پہلے سے کوئی ظاہری اور سائنسی اسباب پیدا ہونے کا بھی کوئی سوال نہیں۔ نبی اکرم ﷺ پر نبوت اور رسالت کا اختتام اور اتمام ہو چکا ہے۔ (اگرچہ آپ کی رسالت تا قیامت ہے) لہٰذا اب قیامت سے پہلے کوئی ایسا عذاب نازل نہیں ہوگا جس سے تباہی مکمل طور پر چھا جائے۔ علاوہ ازیں اب جن ہلاکت خیز مصائب کا اقوام کو سامنا ہوگا اُس کے کچھ نہ کچھ ظاہری اسباب بھی ہوں گے اور اکثر حالات میں اُن کی سائنسی توجیہہ بھی ممکن ہوگی۔ یعنی جو قوم مصائب پیدا ہونے کے ظاہری اسباب کو ختم کرنے کی جدوجہد کریں گی اُن کے اِن مصائب اور مسائل سے بچنے کے امکانات بڑے قوی ہوں گے۔ لیکن یہ معاملہ صرف دُنیوی سطح پر ہوگا، آخرت کا معاملہ بالکل مختلف ہے، وہاں کوئی عمل ایمان کے بغیر شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکے گا۔ ہماری اس بات کو سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 18 کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں تو بات بڑی آسان ہو جائے گی: (ترجمہ) ''جو کوئی اِس عاجلہ یعنی دنیا کا خواہشمند ہو ہم اسے یہیں دے دیتے ہیں جو کچھ بھی جسے دینا چاہیں...'' یعنی کوئی گارنٹی یا کسی کا استحقاق نہیں ہے۔ البتہ اللہ کی یہ عام سنت ہے اور اس کا طریقہ کار ہے، اگر وہ خود چاہے تو اِس میں تبدیلی بھی کر سکتا ہے اور کر دیتا ہے۔ اِس بات کو یہیں چھوڑتے ہوئے کہ اس کی تکمیل آخر میں کرنے کی کوشش کی جائے گی، اب ہم اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اِس دنیا کا پہلا مذہب بھی قرار پائے گا اور آخری بھی، اس لیے کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیا اور رُسل اسلام ہی کی تبلیغ کرتے رہے۔ حضور ﷺ جو آخری نبی اور رسول تھے، اُن کے ذریعے اللہ نے دین اسلام کی تکمیل کی اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور اسلام کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیا۔ لہٰذا یہ دینِ فطرت ہے کہ اِس میں دنیا اور آخرت کا حسین ترین امتزاج ہے۔ آخرت میں سرخروئی انسان کا اصل ہدف قرار دیا اور اُسے ہی اصل فلاح اور کامیابی قرار دیا، لیکن

ترکِ دنیا سے منع کیا، ازدواجی زندگی کو پسندیدہ قرار دیا، نیک اور دیانت دار، حلال روزی کمانے والے تاجر کو جنت میں حضور ﷺ کے قُرب کی بشارت دی وغیرہ۔ مسلمان اپنے دین پر نیک نیتی سے عمل کرے تو دنیا سے محروم نہیں رہ سکتا، اُس پر مصائب کے پہاڑ عذاب بن کر نہیں ٹوٹ پڑیں گے۔ البتہ اُس کی استقامت چیک کرنے کے لیے اُس کی آزمائش ہوتی رہے گی۔

اب آیئے اُن تمام مصائب کا جائزہ لیتے ہیں جن سے اہلِ پاکستان دوچار ہیں۔ ڈینگی کیوں اتنا ہلاکت خیز ثابت ہوا؟ کیا ہمارے نبی ﷺ نے صفائی کو نصف ایمان قرار نہیں دیا ہے۔ آج ہمارے شہر دنیا کے گندے ترین شہر ہیں۔ دیہاتوں اور قصبوں کا تو ذکر ہی کیا۔ پھر کیا آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر اپنی صحت کی حفاظت کی تلقین نہیں فرمائی۔ پنجاب کے ''خادم اعلیٰ'' آج جو بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، وہ اگر بروقت کی ہوتی تو حالات مختلف ہوتے۔ اِسی طرح سندھ میں بارشوں کے پانی سے آنے والی تباہی کافی حد تک ٹل سکتی تھی اگر سندھ حکومت نے فلڈ کمیشن رپورٹ پر عملدرآمد کیا ہوتا۔ ہماری رائے میں سندھ کے اِن بزرجمروں نے شاید وہ رپورٹ پڑھی ہی نہیں، وگرنہ وہ یہ نہ کہتے کہ بارش کے اِس پانی سے ہونے والے نقصانات سے ہم کیسے اہلِ سندھ کو بچاتے؟ اُس رپورٹ میں زوردار انداز میں سارے سندھ کے سینیٹری سسٹم اور کھڑے ہوجانے والے پانی کے جلد اخراج پر طویل اور مفید بحث کی گئی ہے۔ کراچی اور بلوچستان میں ہونے والی ٹارگٹ کلنگ کو کیسے روکا جائے گا اگر ہم نظریۂ پاکستان کی قولی اور عملی تکذیب کریں گے؟ اگر رشتے اور تعلق کی بنیاد نظریہ پر نہیں بلکہ نسلی، لسانی اور صوبائی بنیادوں پر ہے تو بنگالی، بہاری کو، بلوچی ہزاروی کو، سندھی مہاجر کو اور مہاجر سندھی کو کیوں برداشت کرے؟ اگر ایک پختون کا دوسرے پختون سے پختون ہونے کی بنیاد پر تعلق ہے تو اردو سپیکنگ اِسی بنیاد پر اُن کا دشمن ٹھہرے گا۔ کیا نبی اکرم ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور اُس کی جان مال اور عزت اُس پر حرام ہے۔ علاوہ ازیں جو اپنے لیے پسند کرو وہ اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرو۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیوں ہم پاکستانی مسلمانوں کو اتنی سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام سے دوری اختیار کریں گے تو ہم لازماً جسمانی اور روحانی ڈینگی کا شکار ہوں گے اور ہم مصائب اور مسائل تلے دب کر بری طرح کچلے جائیں گے۔ اگر کسی کو عذاب کے لفظ سے خوف آتا ہے تو ہم یہ لفظ استعمال نہیں کرتے، کسی کو چڑانا مقصود نہیں ہے۔ لیکن کسی کو اِس سے اختلاف تو نہیں کہ ہم مصائب، مسائل اور تکالیف سے نیم مردہ ہوچکے ہیں، اِس نیم مردہ جسد میں از سرِنو روح کیسے پھونکی جائے گی؟ ہماری رائے میں اپنے جسم کو ڈینگی سے بچانے کے لیے اور وہ پانی جو رحمت ہوتے ہوئے ہمارے لیے زحمت بن گیا اور قوم ڈبکیاں کھانے لگی اور وہ گولیاں جن سے مسلمان مسلمان کا سینہ چھلنی کر رہا ہے، اِن سب کا تدارک صرف اور صرف اِس طرح ممکن ہے کہ ہم اللہ کو ماننے کے ساتھ ساتھ اللہ کی مانیں بھی۔ ہم عشقِ رسول میں ڈوب کر نعت خوانی سے ثواب حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی اور اتباع کو مقصدِ حیات بنائیں۔

ہم نے درج بالا سطور میں جس ادھوری بات کی تکمیل کا وعدہ کیا تھا وہ کچھ یوں تھی کہ ہم اِس حقیقت سے انکار نہیں کرتے کہ اللہ ربّ المسلمین ہی نہیں ربّ العالمین بھی ہے۔ اگر کوئی قوم صفائی اور ستھرائی کا انتظام اپنی صحت کے تحفظ کے لیے کرتی ہے اور اس حوالہ سے بڑی حساس ہے اور اگر کوئی قوم دیانت داری کو بہترین پالیسی قرار دیتی ہے، پھر یہ کہ اگر کوئی قوم اپنا اعتماد اور اعتبار قائم کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے عہد نبھاتی ہے تو ایمان نہ ہونے کے باعث آخرت میں تو سب کچھ صفر ہوجائے گا، لیکن وہ اِس کے ثمرات دنیا میں حاصل کریں گے، جبکہ مسلمان یہ کام اللہ اور رسولؐ کے احکامات سمجھتے ہوئے پورے کرے گا تو اُس کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گے۔ لہٰذا مسلمان کو اگر ڈینگی سے بچنا ہے تو اپنے جسم اور روح دونوں کی صحت کے لیے کوشاں ہوجائے، بلکہ ہر ممکن راستہ اختیار کرے اور پوری جدوجہد کرے۔ اگر اُسے سیلاب اور بارش سے بچنا ہے تو دنیوی سطح پر تمام انتظامات کرے اور پھر اللہ پر توکل کرے اور اُسی سے اپنے اہل وعیال کے جان و مال کی حفاظت کے لیے دعا کرے۔ اور باہمی قتل و غارت سے بچنے کا بھی صرف یہی طریقہ ہے کہ نظریہ کے رشتہ کو خون کے رشتے پر بھی ترجیح دے۔ اگر ہم کلمہ طیبہ کو دل و دماغ میں رچا بسا لیں، اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ مانیں اور صرف محمد ﷺ کے پیروکار بن جائیں تو پھر ہم باہم گولیاں نہیں، پھول برسائیں گے۔ لہٰذا ڈینگی کا یہی صحیح اور مؤثر علاج ہے!!

بیابہ مجلس اسرار

نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو!

اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں ہے۔ اگر تم اپنے بھائیوں' عزیزوں' دوستوں' ساتھیوں اور رفیقوں کو دیکھتے ہو کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہوا ہے' انہوں نے کیسے کیسے مرحلے سر کر لیے ہیں' کیسی کیسی بازیاں جیت لیں ہیں' تو تم بھی اللہ سے اس کا فضل طلب کرو۔ اللہ تمہیں بھی ہمت دے گا۔ اس لیے کہ اس دین کے کام میں اس قسم کا رشک بہت پسندیدہ ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ کو رشک آیا حضرت ابوبکر صدیقؓ پر۔ جب غزوۂ تبوک کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیا تو آپؓ نے سوچا کہ آج تو میں ابوبکرؓ سے بازی لے جاؤں گا' کیونکہ اتفاق سے اِس وقت میرے پاس خاصا مال ہے۔ چنانچہ انہوںؓ نے اپنے پورے مال کے دو برابر حصے کیے' اور پورا ایک حصہ یعنی آدھا مال لاکر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں جو کچھ تھا وہ سب لے آئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا میں نے جان لیا کہ ابوبکرؓ سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔ تو دین کے معاملے میں اللہ کا حکم ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (المائدۃ:48) یعنی نیکیوں میں' خیر میں' بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں رہو!

ممتاز قادری کیس کا غیر اسلامی فیصلہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 7 اکتوبر 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

قارئین! گزشتہ شمارہ میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 30 ستمبر 2011ء کے خطاب جمعہ بعنوان ''اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا اہم اصول'' کی پہلی قسط شائع کی گئی تھی۔ زیر نظر شمارے میں اس کی دوسری قسط شائع ہونا تھی مگر امیر محترم نے 7 اکتوبر کا جو خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا، وہ حالات حاضرہ سے متعلق ہے، یعنی ممتاز حسین قادری کیس کا غیر اسلامی فیصلہ۔ لہٰذا اِسے اولیت دے کر اس شمارہ میں پیش کیا جارہا ہے۔ گزشتہ خطاب کی دوسری قسط ان شاء اللہ آئندہ شمارہ میں شائع کی جائے گی۔ (ادارہ)

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے پولیس کے جوان ممتاز حسین قادری کیس کا جو فیصلہ سامنے آیا ہے، وہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ انسداد دہشت گردی عدالت کے جج پرویز علی شاہ نے ممتاز قادری کو دو مرتبہ سزائے موت اور جرمانے کی سزا سنائی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فیصلہ شریعت اسلامی سے یکسر متصادم اور عوامی امنگوں کے قطعی خلاف ہے۔ اِسی لیے فیصلہ آنے کے بعد اُس کے خلاف احتجاجی مظاہرے شروع ہوگئے اور بعض مقامات پر ہنگامے بھی ہوئے، اور احتجاج کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

دیکھئے، اس ملک میں دو طبقات ہیں۔ ایک عوام الناس ہیں، جن کی عظیم اکثریت چاہے اسلام پر عمل نہیں کرتی مگر اُن کے اندر ایک جذبۂ ایمان ہے، اپنے نبیؐ سے محبت اور والہانہ لگاؤ ہے۔ (یہ الگ بات ہے کہ ہمارے دینی قائدین نے عوام کو یہ نہیں بتایا کہ اِس جذبے کے تقاضے کیا ہیں، یہ الگ داستان ہے) اُن کے دلوں میں محبت رسولؐ کی شمع روشن ہے، اسلام دشمنوں کی پوری کوشش ہے کہ اُسے بجھادیں اور روح محمدیؐ اُن کے دلوں سے نکال دیں۔ بقول اقبال ؎

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

دوسرا طبقہ سیکولر لوگوں پر مشتمل ہے۔ اِن لوگوں کو اس بات سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی کہ کوئی بدبخت ناموس رسالتؐ کے خلاف زبان درازی کرے، قرآن حکیم کے خلاف زبان کھولے، اسلامی تعلیمات کے خلاف اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرے۔ انہوں نے تو بس ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہیے، آدمی جو بات کہنا چاہے، اُسے کہنے کی آزادی ہو، اُس پر کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ اِن سیکولر لوگوں میں بعض اب اِس قدر کھل کر سامنے آگئے ہیں کہ انہوں نے انٹرنیٹ پر اپنی ایک سوسائٹی قائم کرلی ہے اور اپنی ایک ویب سائٹ بنا کر اپنے الحادی اور دہریت پر مبنی افکار کو پھیلا رہے ہیں۔ ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ صاف کہہ رہے کہ ہم ملحد اور متشکک ہیں۔ بدقسمتی سے اِن لوگوں کی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا تک رسائی ہے۔ انگریزی اخبارات میں بھی یہی لوگ کالم لکھتے ہیں۔ اب انہوں نے انٹرنیٹ پر زہر اُگلنا شروع کردیا ہے۔

موجودہ نازک صورتحال اور غیر اسلامی عدالتی فیصلے پر دینی جماعتوں کی ایک ہنگامی آل پارٹیز کانفرنس بھی ہوئی، جس میں تمام مسالک کے نمائندوں نے شرکت کی۔ مجھے بھی اِس میں شرکت کا موقع ملا۔ یہ اجلاس بھی دراصل اس تحریک تحفظ ناموس رسالت کا تسلسل تھا، جو کچھ عرصہ قبل ناموس رسالت کے قانون میں تبدیلی یا تنسیخ کی ناپاک کوششوں اور عزائم کے اظہار پر چلی تھی۔ گزشتہ سال سیکولر لوگوں نے آئین کی دفعہ 295-C (جس کے تحت توہین رسالت کے مجرم کی سزا موت ہے) کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا اور اُس کے خاتمے کا مطالبہ کرنے لگے کہ یہ آج کے عوامی دور اور روشن خیالی کے زمانے کے تصورات کے منافی ہے۔ اُسی فضا میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِس قانون کو کالا قانون قرار دیا اور توہین رسالت کی مجرمہ آسیہ کو رہائی دلانے کی کھلے عام باتیں کی تھیں۔ گورنر جن خیالات کا اظہار کررہا تھا، وہ عوامی امنگوں کے یکسر خلاف تھے۔ 295-C کے بارے میں جب اُس کی باتیں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے لوگوں کے سامنے آئیں تو اس پر اُن میں شدید غم وغصہ، نفرت اور اشتعال پیدا ہونا فطری تھا کہ ایک مسلمان کے لیے ناموس رسالت کے تحفظ سے بڑھ کر اور متاع کیا ہوسکتی ہے۔ ظاہر ہے، یہ قانون شریعت کی روشنی میں علماء کرام کے مطالبے اور دباؤ پر

بنایا گیا تھا۔ اور جب گورنر نے اِس قانون کو کالا اور ظالمانہ کہا، اور حکومت نے اِس کا کوئی نوٹس نہ لیا تو پولیس کے ایک جوان ممتاز حسین قادری نے نبی سے محبت، جذبہ ایمانی اور غیرت دینی کی بنا پر اُسے قتل کر دیا۔ اِس واقعہ پر سیکولر عناصر نے تو بہت پریشانی اور دکھ کا اظہار کیا تھا، مگر ایک عام مسلمان کی دلی کیفیت کیا تھی، اس بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، یہ ہر شخص جانتا ہے۔

دینی جماعتوں کی اے پی سی میں دوٹوک انداز میں کہا گیا کہ ممتاز قادری کے خلاف فیصلہ عوامی امنگوں کے یکسر خلاف ہے، اور یہ ایک شخص کے خلاف نہیں، پوری ملت اسلامیہ پاکستان کے خلاف فیصلہ ہے۔ یہی نہیں، یہ نظریہ پاکستان کی روح کے بھی خلاف ہے۔ اے پی سی میں یہ فیصلہ بھی ہوا کہ اجتماعات جمعہ میں اِس موضوع پر گفتگو کی جائے، اور یہ بتایا گیا کہ سیکولر طبقات کی جانب سے گستاخ رسول کی سزا اور قانون ناموس رسالت کے حوالے سے جو بہت سارے سوالات اُٹھائے جاتے ہیں، اُن سب کے تفصیلی جوابات بھی مرتب کیے جا چکے ہیں، اب اُنہیں اور زیادہ مرتب شکل میں عوام کے سامنے لایا جائے گا۔ اے پی سی میں صاحب علم بزرگ شخصیت مفتی محمد خان قادری نے یہ بات خاص طور پر زور دے کر کہی کہ اسلامی قانون کی رو سے اگر کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہوتا ہے، حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر چھینٹے اُڑاتا ہے اور سننے والا اپنے جذبۂ ایمانی کے سبب اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتا اور اُسے قتل کر دیتا ہے، تو جب ثابت ہو جائے کہ ہاں توہین رسالت ہوئی تھی تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور مقتول کا خون رائیگاں ہوگا۔

سیرت طیبہ کے مطالعے سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب کے لیے کوئی معافی نہیں۔ مدینہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت ریاستی و سرکاری قانون کے طور پر نافذ تھی، جسے تمام اداروں اور شہریوں پر بالادستی حاصل تھی۔ عدالت نبوی ریاست کی اعلیٰ ترین عدالت تھی۔ تمام جرائم کے مقدمات میں حتمی اور آخری فیصلہ اِسی عدالت کا ہوتا تھا۔ توہین رسالت کا جرم بھی ان جرائم میں شامل تھا جو ریاستی قانون کی گرفت میں آتے تھے اور مستوجب سزا تھے۔

شانِ نبی ﷺ اور شانِ رسالت کی توہین کرنے والے مجرمین کو عدالتِ نبوی سے سزائیں بھی دی گئیں۔ بعض مقدمات میں توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کو سزائے موت دینے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے دیا اور حکم نبوی کی تعمیل میں ان مجرمین کو قتل کر دیا گیا۔ ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ شانِ رسالت میں توہین کا ارتکاب کرنے والے کو کسی صحابیؓ نے قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے گستاخ مقتول کا خون مباح کر دیا، نہ اس کا کوئی خون بہا ادا کیا گیا اور نہ ہی آپ نے متعلقہ صحابی سے کوئی تعرض فرمایا۔ اِس سلسلے میں کئی مثالیں ملتی ہیں۔

سنن ابوداؤد میں حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک یہودیہ بُرا کہا کرتی تھی۔ وہ آپ کی ہجو بھی کہتی تھی۔ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون ساقط کر دیا۔

سنن نسائی اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے، حضرت ابن عباس ؓ سے مروی حدیث کے مطابق ایک نابینا صحابی ؓ کی ایک لونڈی تھی، جس کے بطن سے ان کے دو بچے تھے۔ وہ لونڈی اکثر رسول اللہ ﷺ کو برا کہتی۔ نابینا صحابی اسے بار بار ڈانٹتے لیکن وہ باز نہ آئی۔ ایک رات اس نے پھر رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا اور آپؐ کو برا کہنے لگی۔ نابینا صحابیؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ انہوں نے تکلا اُٹھایا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر دبا دیا، یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ صبح جب وہ مردہ پائی گئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپ نے سب کو جمع کیا اور فرمایا: میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس پر میرا حق ہے کہ وہ شخص جس نے اس لونڈی کو قتل کیا وہ کھڑا ہو جائے۔ یہ سن کر نابینا صحابیؓ ڈر اور خوف سے گرتے پڑتے آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ خون میں نے کیا ہے، وہ میری لونڈی تھی اور مجھ پر انتہائی مہربان اور میری رفیقہ تھی۔ اس کے پیٹ سے میرے دو بچے بھی ہیں، جو موتیوں کی طرح ہیں۔ لیکن وہ اکثر آپ کو بُرا کہا کرتی اور آپ کو گالیاں دیتی تھی۔ میں اسے ایسا کرنے سے منع کرتا تھا، لیکن وہ باز نہ آتی تھی۔ میں سختی کرتا تو بھی وہ نہیں مانتی تھی۔ آج رات اس نے آپؐ کا تذکرہ کیا اور آپ کو برا کہنے لگی۔ میں نے تکلا اُٹھایا اور اُس کے پیٹ پر رکھ کر زور سے دبا دیا، یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ)) ''تم سب گواہ رہنا اس لونڈی کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔''

امام ابن تیمیہ ؒ اس روایت پر لکھتے ہیں کہ وہ عورت نابینا صحابی کی منکوحہ تھی یا مملوکہ لونڈی، ان دونوں صورتوں میں اگر اس عورت کا قتل ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ فرما دیتے کہ اس کا قتل حرام اور وہ معصوم الدم تھی، پھر آپؐ معصوم الدم کو قتل کرنے پر کفارہ لازم کرتے۔ لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپؐ نے فرمایا: ((أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ)) ''تم سب گواہ رہنا اس لونڈی کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔'' معلوم ہوا کہ وہ ذمیہ ہونے کے باوجود مباح الدم تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کے سبب سے اس کا خون مباح ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سارا واقعہ سنا کہ گالی دینے کی وجہ سے اس عورت کو قتل کیا گیا تو آپؐ نے اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی موجب قتل ہے۔

اقضیۃ الرسول ﷺ اور مجمع الزوائد میں ہے: حضرت عمیر بن اُمیہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کی ایک بہن تھی۔ عمیر ؓ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے لیے آتے تو وہ آپؐ کو گالیاں دیتی اور ایذا پہنچاتی۔ وہ مشرکہ تھی۔ حضرت عمیر ؓ نے اسے تلوار سے قتل کر دیا۔ اس کے بیٹے چلا چلا کر کہنے لگے کہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں، تم لوگوں نے ہماری ماں کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کے باپ دادا اور ان کی مائیں سب مشرک تھے۔ جب حضرت عمیر ؓ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ وہ لوگ اپنی ماں کے بدلے میں قاتل کے بجائے کسی اور کو قتل کر دیں گے تو انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمیر ؓ سے پوچھا: کیا تم نے اپنی بہن کو قتل کر دیا؟ عمیر ؓ نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کس لیے؟ عمیر ؓ نے کہا: وہ آپ کو بُرا کہہ کر مجھے تکلیف پہنچاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مقتولہ کے بیٹوں کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے اصل قاتل کے بجائے کسی اور شخص کا نام لیا۔ آپؐ نے ان کو حقیقت سے آگاہ کیا اور ان کی ماں کو مباح الدم قرار دے دیا۔

یہ واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دورِ نبویؐ میں اگر کسی صحابی نے آپؐ کی غیر موجودگی میں یا آپؐ کے حکم، اجازت یا اطلاع کے بغیر کسی گستاخِ رسول کو قتل کر دیا تو واقعہ کے پورے حقائق علم میں آ جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کا کوئی مواخذہ نہیں کیا

اور مقتول کا خون مباح قرار دیا۔ رسول اللہ ﷺ قانونی طور پر بھی ان مقدمات کے حقائق کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ان مقدمات کے حقائق واقعی طور پر جاننے کے لیے صرف آپؐ ہی کے پاس ایک ذریعہ علم تھا، جسے وحی کہتے ہیں۔

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ یہ وہی شہر تھا جہاں آپؐ کی ولادت مبارک ہوئی اور آپؐ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کا طویل عرصہ گزارا، مگر جب اہل مکہ کے سامنے آپؐ نے دعوتِ حق پیش کی تو وہ آپؐ کی شدید مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اور آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دیں، یہاں تک کہ آپؐ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ اِسی مکہ میں جب آپؐ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو ہر شخص خوفزدہ تھا۔ اہل مکہ کو اپنے جرائم یاد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر یہ سب لوگ حرم مکہ میں جمع ہوئے تو آپؐ نے اُن سے پوچھا، تم کیا گمان کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ وہ بولے: ہم اچھا ہی گمان کرتے ہیں اور اچھا ہی کہتے ہیں۔ آپؐ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، قدرت پاکر اچھا ہی سلوک کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ”میں آج تم سے وہی کہتا ہوں جیسا کہ میرے بھائی یوسفؑ نے (اپنے بھائیوں سے) کہا تھا: ”آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“ قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ عام معافی کا اعلان تھا، مگر عام معافی کے اعلان کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کے قتل کا حکم دیا، اِس لیے کہ وہ آپؐ کی توہین کیا کرتے تھے، بلکہ بعض کے لیے یہ حکم بھی دیا کہ وہ اگر کعبہ کے پردے کے پیچھے بھی چھپ جائیں تو بھی انہیں قتل کیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن خطل کعبہ کے غلاف میں چھپ گیا تھا، اُسے وہاں بھی نہ چھوڑا گیا بلکہ پکڑ کر اُس کا قصہ چکا دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ شانِ رسالت میں گستاخی وہ سنگین اور بدترین جرم ہے، جس کے مرتکب کے لیے کوئی معافی نہیں ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح کردی جائے کہ ممتاز قادری کیس کے فیصلے کا وقت بھی صاف بتا رہا ہے کہ یہ فیصلہ خالصتاً مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے سنایا گیا۔ اِس مقدمے کے ایک وکیل نے جو اے پی سی میں شریک تھے، تفصیل سے بتایا کہ دورانِ مقدمہ کس طور سے ملک کے قوانین کو نظر انداز کیا جاتا رہا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ جس انداز سے مقدمہ آگے بڑھ رہا تھا، اِس سے پہلے ہی یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اِس کا یہی فیصلہ ہوگا۔ انہوں نے اس امر پر بھی افسوس کا اظہار کیا کہ جب یہاں انگریز کی حکومت اور مسلمان محکوم تھے، تب انگریز عدالت نے غازی علم دین شہید کے مقدمے میں انہیں ایک مرتبہ سزائے موت سنائی تھی، مگر آج ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ نام کے ملک میں ممتاز قادری کو دو مرتبہ سزائے موت سنادی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اِس ضمن میں یہ بات تو اور بھی تشویش ناک ہے کہ جج نے یہ تسلیم کیا ہے کہ آپ کا یہ اقدام اسلام کی رو سے صحیح ہے، مگر ملکی قوانین کی رو سے تمہیں دو مرتبہ سزائے موت سناتا ہے۔ اس فیصلے سے دستوری و آئینی سطح پر ہماری منافقت بالکل آشکارا ہوگئی اور واضح ہوگیا کہ پاکستان کے نام کے ساتھ اسلامی کا سابقہ محض دھوکہ دینے کے لیے لگایا گیا ہے۔ اِسی لیے تو والد محترم کہا کرتے تھے کہ پاکستان کا دستور منافقت کا پلندہ ہے کہ اس میں ایک طرف اسلام بھی ہے، قرآن وسنت کی بالادستی کی بات بھی کہی گئی اور دوسری جانب خلافِ اسلام شقیں بھی برابر موجود ہیں۔

صاحبزادہ ابوالخیر زبیر جو تحریک تحفظ ناموس رسالت کے کنویئر ہیں، اور جنہوں نے عدلیہ کی جانب سے ممتاز قادری کو سزائے موت سنائے جانے کے فیصلے کے فوری بعد سب لوگوں سے رابطے کر کے آل پارٹیز کانفرنس کا اہتمام کیا اپنی ابتدائی گفتگو میں کہہ رہے تھے کہ اس ملک میں آئین کے ہوتے ہوئے ممتاز قادری کو سزائے موت کیسے سنادی گئی، حالانکہ آئین میں لکھا ہے کہ اِس ملک میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی تھی، ملک کا آئین اسلامی ہے، پھر توہینِ رسالت کے مرتکب کے قاتل کو سزائے موت کیونکر ہوسکتی ہے۔ میں نے اپنی گفتگو میں اُن کی اور دیگر اہل علم کی توجہ اس جانب دلائی کہ اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ آئین میں جہاں اسلامی شقیں ہیں، وہاں غیر اسلامی شقیں بھی شامل ہیں۔ مثلاً اِسی آئین میں یہ بھی درج ہے کہ صدر اور گورنر عدالت سے ماوراء ہوں گے۔ عدالت، انہیں طلب نہیں کرسکتی۔ یہ سو فی صد غیر اسلامی بات ہے۔ پھر میں نے یہ بھی کہا کہ ہم اِس آئین کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ یہ ملک اسلامی ہے، یہ بات بھی محلِ نظر ہے۔ اگر ملک اسلامی ہوتا تو عدلیہ کا جج یہ کیوں کہتا کہ آپ کا یہ فعل اسلامی قانون کی رو سے جائز ہے، مگر میں آپ کو ملکی قانون کے تحت دوہری سزائے موت دیتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ اسلامی قانون اور ہے اور ریاستی قانون اور۔ اِسی لیے تو یہاں قرآن وسنت سے متصادم فیصلے ہوتے رہے اور اسلام سے منافی قوانین بنائے جاتے رہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال پرویزی دور میں تحفظ حقوق نسواں بل کی منظوری ہے، جسے ہماری اسمبلی نے اِس کے باوجود پاس کیا، جبکہ تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے اِسے غیر اسلامی قرار دیا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس ملک پر سیکولر طبقات حاوی ہیں۔ یہاں کا پورا نظام منافقانہ ہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ اِس نظام کو تبدیل کیا جائے۔ اِس نظام کا حصہ بن کر اور اِس کے اندر رہ کر غلبۂ دین کی جدوجہد کرنا ہماری غلطی ہے، جس پر ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ناموسِ رسالت کا حقیقی معنوں میں تحفظ تب ہوگا جب نبی اکرم کا لایا ہوا نظام اس ملک میں غالب ہوگا۔ یہاں آپؐ کے لائے ہوئے دین کی دھجیاں بکھری جاتی ہیں، شریعت کی توہین کی جاتی ہے مگر ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، حالانکہ یہ دین ہی تو آپؐ کی رحمۃ اللعالمینی کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ اسی دینِ حق کے قیام سے لوگوں کو عدل و انصاف ملے گا۔ اِسی سے انہیں حقوق ملیں گے اور احترامِ آدمیت کا چلن عام ہوگا۔ یہ تمام اوصاف دین میں جمع ہیں اور یہ خلافتِ راشدہ کا طرۂ امتیاز تھے، لیکن ہم نے اِس کو پس پشت ڈالا رکھا ہے، اِس لیے ان چیزوں سے محروم چلے آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنی حکومت کی عوامی پالیسی، آئین و دستور اور عدالتوں کے معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے کہ یہ کیوں ہورہا ہے۔ ناموسِ رسالت کے تحفظ اور ممتاز قادری کی سزائے موت کے غیر اسلامی فیصلے کے حوالے سے بھرپور تحریک چلنی چاہیے، اور یہ چلے گی بھی اور ہم اِس کے ساتھ ہیں، لیکن ہم صرف اِس تحریک تک محدود نہ رہیں، بلکہ باہم مل کر دین و شریعت کے غلبہ کے لیے ایک منظم تحریک چلائیں۔ یہ تحریک پرامن اور ہر قسم کے تشدد سے پاک ہو، تاکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو طاقت کے اندھا دھند استعمال اور میڈیا کو تحریک کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنے اور طوفان

(باقی صفحہ 15 پر)

تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کا واحد ضامن: غلبۂ دین

ضمیر اختر خان

ممتاز قادری کو سنائی گئی دوہری سزائے موت کے فیصلے کے بعد تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایک بار پھر موضوع بحث بن گیا ہے۔اس ضمن میں مسلمانانِ پاکستان بالخصوص علمائے کرام نے غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے شدید ردعمل ظاہر کیا ہے۔ نبی ﷺ کی وراثت علمی وعملی کا حق اسی طرح ادا ہوسکتا ہے جب علماء اس قسم کے فتنوں کے سدباب کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔الحمدللہ، علماء حرکت میں آگئے ہیں۔اہل ایمان کو علماء کے موقف کی بھرپور طور پر حمایت کر کے محبت رسول ﷺ کا تقاضا پورا کرنا چاہیے۔تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور عامۃ المسلمین کو متحد و یکجا ہوکر اپنے نبی ﷺ کے خلاف اغیار کی اس سازش کا بھرپور طریقے سے مقابلہ کرنا ہے۔ایک مرتبہ پھر اندرون ملک نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے دستور میں طے شدہ قانون توہین رسالت کے معاملے کو باعث نزاع بنانے کی ناپاک کوشش انتہائی قابل مذمت ہے۔علمائے کرام کو مساجد کے پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے عوام الناس کو انسداد توہین رسالت کے قانون کے خلاف اپنوں اور بیگانوں کی ناپاک جسارتوں سے آگاہ کرنا چاہیے۔اللہ کے فضل وکرم سے حب رسول ﷺ کا جذبہ ہر مسلمان میں موجود ہے۔حرمت رسول ﷺ پر کٹ مرنا ہر مسلمان کی آرزو ہے۔اس مثبت جذبے کو بروئے کارلاتے ہوئے اندرونی وبیرونی ہر سازش کو ناکام بنایا جاسکتا ہے۔

البتہ اس موقع پر اس امر کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا دیرپا اور مستقل بندوبست ہونا چاہیے۔ایک ایسا انتظام کہ آئندہ کسی کو یہ جرأت ہی نہ ہو کہ وہ آپؐ کے خلاف کوئی ناشائستہ حرکت کرسکے یا نازیبا الفاظ منہ سے نکال سکے۔اس حوالے سے قرآن مجید نے جو لائحہ عمل دیا ہے اس پر خود رسول ﷺ اور صحابۂ کرام نے عمل کر کے دکھایا۔وہ لائحۂ عمل غلبہ واقامت دین ہے یعنی اللہ کا سچا دین تمام باطل نظاموں پر غالب کردیا جائے۔نبی ﷺ کی بعثت کی امتیازی شان ہی یہ ہے کہ ''اللہ نے انہیں الھدیٰ (قرآن مجید) اور دین الحق (پورا شریعت کا نظام جس میں ایمانیات سے لے کر عبادات واخلاقیات تک اور معاشرت ومعیشت سے لے کر حکومت ،سیاست وریاست تک سب معاملات شامل ہیں) دے کر بھیجا، تاکہ وہ اسے کل کے کل نظام زندگی پر غالب کریں' (سورۃ التوبہ:33،سورۃ الفتح:28،سورۃ الصف:9)۔ دو جگہ (سورۃ التوبہ اور سورۃ الصف) میں فرمایا: ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝﴾ ''چاہے مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناپسند ہو۔'' اور ایک جگہ (سورۃ الفتح) فرمایا:﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۝﴾ ''اور حق ظاہر کرنے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔'' اس لائحہ عمل کو اختیار کر کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید سے اور (اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے ذریعے سے اولاً جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کے دین کو غالب کیا جس پر اللہ نے ان کو مژدۂ جاں فزا سنایا: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۝﴾ ''حق آگیا اور باطل دفع ہوگیا، یقیناً باطل کو دفع ہونا ہی تھا''۔ (سورۃ بنی اسرائیل :81) بعدازاں دور خلافت راشدہ میں اسلام ہر چہار طرف غالب قوت کی حیثیت سے رواں ہوگیا۔کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ اسلام کے راستے میں رکاوٹ بنتا۔ ع ''تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا'' کے مصداق اسلام فاتحانہ شان سے آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ کرۂ ارض کے وسیع وعریض رقبے پر پھیل گیا۔ایسے میں کسی کی کیا مجال کہ وہ نبی ﷺ کی شان میں کوئی کلمۂ شر کہہ سکے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ عرصے سے ؎

وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں آج وہ غریب الغرباء ہے

لہٰذا جس کے جی میں جو آتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد سب مل جل کر کریں۔اپنے سب اختلافات پس پشت ڈال کر بس ایک ہدف پر ساری توجہات کو مرتکز کیا جائے۔ جب سب کی کوششوں کا محور اللہ کے دین کا غلبہ ونفاذ ہوگا تو دشمنوں پر رعب طاری ہوگا۔ان کی ساری سازشیں ناکام ونامراد ہوں گی۔

ویسے بھی نبی ﷺ کا پوری امت کے ذمہ قرض ہے کہ وہ اپنے نبی کے دین کی دعوت دیں اور ساری دنیا کے انسانوں کو دائرۂ اسلام میں لانے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے کسی ایک خطۂ زمین پر مدینۂ طیبہ کی طرح اولاً دینِ اسلام کا عملی نمونہ قائم کر کے اسے بیس کیمپ کی حیثیت دینی ہوگی ورنہ عملی طور پر دنیا کے سامنے نمونہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے اتمام حجت نہیں ہوسکے گی۔اللہ کے فضل وکرم سے پاکستان مقصد بعثت نبوی ﷺ کے لیے موزوں ترین ملک ہے۔ایک تو اس کی بنیاد ہی کلمۂ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ہے۔ دوسرے اسی ملک میں رسالت محمدی ﷺ کے خلاف ہونے والی قادیانی سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اسی مملکت خداداد میں نظام مصطفیٰ ﷺ کی عظیم الشان تحریک گزشتہ صدی کے ربع آخر میں چل چکی ہے۔اگر وہ تحریک اُس وقت کامیاب ہوجاتی تو آج پاکستان کا نقشہ ہی مختلف ہوتا۔بہرحال اللہ کی مشیت یہی تھی۔اب دوبارہ موقع ہے کہ علمائے کرام متحد ہوکر نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کی بابرکت تحریک چلائیں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک یہاں دین اسلام کا مکمل نفاذ نہیں ہوجاتا۔بظاہر مشکلات ضرور ہیں لیکن ہمیں اللہ کے وعدے پر یقین ہونا چاہیے۔علمائے کرام کو ان وعدوں علم ہے۔بس یقین کی ضرورت ہے۔ عامۃ المسلمین میں یہ یقین پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ان کے دل بھی گواہی دیں گے کہ نبی ﷺ کا عوام وخواص سب پر یہ حق ہے کہ وہ سب مل کر اپنے نبی ﷺ کے دین کو سربلند کریں۔اللہ کا وعدہ ہے:﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ یعنی ''اگر تم اللہ کی مدد کروگے (یعنی اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کروگے) تو اللہ ضرور تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا''۔﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾ یعنی ''اور اللہ اپنے نور (دین اسلام) کو مکمل

(باقی صفحہ 15 پر)

فتح مکہ اور اُس کا پس منظر

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فکر انگیز خطاب

صلح حدیبیہ کے موقع پر ہی بنوخزاعہ نبی اکرم ﷺ کے حلیف بن گئے تھے اور ان کے حریف بنوبکر قریش کے حلیف ہوگئے تھے۔ بنوبکر نے صلح حدیبیہ کے قریباً دو سال بعد بنوخزاعہ پر رات کی تاریکی میں اچانک حملہ کردیا۔ قریش کے چند بڑے بڑے سرداروں نے بھی بھیس بدل کر بنوبکر کا ساتھ دیا اور اس طرح اس حملے کے نتیجے میں بنوخزاعہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ بنوخزاعہ نے حرم میں پناہ لی، لیکن بنوبکر کے رئیس نوفل کے اکسانے پر وہاں بھی انہیں نہیں چھوڑا گیا اور عین حدودِ حرم میں خزاعہ کا خون بہایا گیا۔ اس پر بنوخزاعہ کے چالیس افراد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ مسجد نبویؐ میں رونق افروز تھے۔ انہوں نے دہائی دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے، اب صلح حدیبیہ کی رُو سے اے محمد (ﷺ) آپؐ اس کے پابند ہیں کہ ہمارا بدلہ بنوبکر اور قریش سے لیں۔

نبی اکرم ﷺ کو یہ واقعات سن کر سخت رنج ہوا۔ تاہم حضور ﷺ نے قریش پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرائط پیش کیں: 1۔ مقتولوں کا خون بہا ادا کردو۔ 2۔ اگر تم اس کے لیے تیار نہیں ہو تو بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جاؤ تاکہ ہم بنوخزاعہ کے ساتھ مل کر بنوبکر سے بدلہ لے لیں۔ 3۔ اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو اعلان کردو کہ صلح حدیبیہ ختم ہوگئی۔ قریش کے مشتعل مزاج اور جنگ پسند لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے قاصد کی زبانی آپؐ کی شرائط سنتے ہی فوراً کہا کہ ہمیں تو صرف تیسری شرط منظور ہے۔ بس آج سے صلح حدیبیہ ختم!! حضور ﷺ کے ایلچی یہ جواب سن کر مدینہ واپس چلے گئے۔

جوشیلے لوگوں نے صلح حدیبیہ کے خاتمہ کا اعلان تو کردیا، مگر قریش کے مدبر اور صلح پسند لوگوں کو غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اب محمد ﷺ کی طاقت کتنی ہے اور قریش کا حال کیا ہے! ان کی پختہ رائے یہ تھی کہ قریش کسی صورت میں بھی اب اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کرسکیں۔ ابوسفیان نے، جسے قریش کے سردار کی حیثیت حاصل تھی جلد ہی محسوس کرلیا کہ چند جوشیلے لوگوں سے جذبات میں آ کر بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے، اگر ہم نے صلح حدیبیہ کی تجدید نہ کرائی تو پھر قریش کے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ چنانچہ وہ خود چل کر تجدید صلح کی درخواست لے کر مدینہ گیا، لیکن بارگاہِ رسالت سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اِس پر مسجد نبویؐ میں جا کر اُس نے خود ہی تجدید صلح کا یک طرفہ اعلان کردیا کہ میں قریش کا سردار ابوسفیان صلح حدیبیہ کی تجدید کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا، لیکن یہ اعلان کرکے وہ فوراً اپنے اونٹ پر سوار ہو کر واپس مکہ روانہ ہوگیا۔

اہل مکہ کے لیے اب عجیب صورتحال تھی۔ وہ شش و پنج میں تھے کہ ابوسفیان جو کچھ کر کے آئے ہیں اسے کیا سمجھا جائے! اِدھر نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں تیاریاں کرنے کا حکم دے دیا اور اپنے حلیف قبائل کے پاس قاصد بھیج دیئے کہ تیار ہو کر مدینہ آ جائیں۔ لیکن احتیاط یہ کی گئی کہ اعلان نہیں فرمایا کہ مکہ کا قصد ہے۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر حضور ﷺ کے ہم رکاب تھا۔ یہ رمضان 8ھ کا واقعہ ہے جبکہ واقعہ ہجرت کو دس برس اور مسلح تصادم (Armed Conflict) کے مرحلے کو شروع ہوئے صرف چھ سال بیتے تھے۔

سیرتِ مطہرہ میں بہت سے غزوات اور سرایا کا ذکر ملتا ہے لیکن ان تمام جنگوں میں جانی نقصان مجموعی طور پر چند سو سے زیادہ نہیں ہوا۔ کفار کی طرف سے جو لوگ قتل ہوئے اور مسلمانوں کی طرف سے جو شہید ہوئے ان کی مجموعی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اگرچہ کئی بار خوں ریزی ہوئی، لیکن اموات کی گنتی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک غیر خونیں (Bloodless) انقلاب تھا۔ سب سے زیادہ خون ریزی اگر ہوسکتی تو فتح مکہ کے وقت ہوتی۔ اس لیے کہ جو خون کے پیاسے تھے، جو جانی دشمن تھے، وہ سب کے سب مکہ میں موجود تھے۔ ان میں وہ وحشی بھی تھا جس کے دھوکہ سے پھینکے ہوئے برچھے پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، ان میں وہ ہندہ زوجہ ابوسفیان بھی تھی کہ جس نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ بھی کرایا تھا اور آپؓ کے کلیجہ چبانے کی کوشش بھی کی تھی۔ چنانچہ اُس وقت مکہ والوں کو یہ اندیشے لاحق تھے کہ اب کیا ہوگا! ان پر شدید خوف اور اضطراب طاری تھا۔

دس ہزار قدسیوں اور جان نثاروں کے جلو میں جب کوکبِ نبویؐ نہایت عظمت و شان کے ساتھ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا تو تحقیق کے لیے قریش کی طرف سے ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ چھپ چھپا کر اہل ایمان کے لشکر تک پہنچے۔ ابوسفیان کو مسلمانوں نے پہچان لیا اور گرفتار کر کے دربارِ رسالت میں پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیمہ میں آ کر عرض کیا کہ حضور! اللہ اور اس کے رسول کے اس دشمن کے قتل کا حکم دیجئے، تاکہ کفر کے بالکل استیصال کا آغاز ہو جائے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے جان بخشی کی درخواست کی —— ابوسفیان کا سابقہ کردار اور ان کی اسلام دشمنی سب کے سامنے عیاں تھی۔ ان کا ایک ایک فعل انہیں قتل کے مستوجب ثابت کرتا تھا۔ لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز تھی اور وہ تھی حضور ﷺ کی رافت، رحمت اور عفو کا جوہر جو ابوسفیان کو دل ہی دل میں اطمینان دلا رہا تھا کہ خوف کا مقام نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ سے دل پہلے سے گھائل تھا۔ حق کا بول بالا اور اسلام کی فتح و سربلندی نگاہوں کے

سامنے تھی۔ حضرت عباس ؓ جگری دوست تھے، ان کی ترغیب اور ان تمام چیزوں نے اس آہنی چٹان کو پگھلا دیا اور وہ بالآخر دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے اور مؤمن صادق ثابت ہوئے۔

علی الصبح جب لشکر اسلام مکہ کی طرف بڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس ؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاکر کھڑا کر دو تاکہ وہ افواجِ الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ نیز مکہ میں داخل ہوتے ہی اعلان کر دیا جائے کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابوسفیان ؓ کے گھر میں پناہ لے گا یا حرم کعبہ میں داخل ہو جائے گا تو اس کو امن دیا جائے گا۔ اہلِ ایمان کی فوجیں الگ الگ پرچموں تلے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتی ہوئی مکہ کی طرف بڑھ رہی تھیں اور حضرت ابوسفیان ؓ ان کو دیکھ دیکھ کر محوِ حیرت تھے۔ جب انصار کے قبیلۂ خزرج کا لشکر حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی قیادت میں گزرا جن کے ہاتھ میں علم تھا اور انہوں نے ابوسفیان کو دیکھا تو بے اختیار پکار اُٹھے:

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ
اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ

(آج خون بہانے کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔)

مختلف لشکروں کے پیچھے کوکبِ نبویؐ نمودار ہوا۔ حضرت زبیر بن العوام ؓ علمبردار تھے۔ حضرت ابوسفیان ؓ کی نظر جب جمالِ مبارک پر پڑی تو پکار اُٹھے کہ حضور ﷺ! آپؐ نے سنا کہ سعد یہ کہتے ہوئے گزرے ہیں کہ "الیوم یوم الملحمۃ ۔ الیوم تستحل الکعبۃ" نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، سعد نے صحیح نہیں کہا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ
اَلْيَوْمَ يَوْمٌ تُعَظَّمُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ

(آج کا دن رحمت کا دن ہے اور آج کا دن وہ دن ہے جس میں کعبہ کی تعظیم کی جائے گی۔)

اللہ کی شان دیکھئے، جس مکہ میں آٹھ سال قبل حضور ﷺ کے قتل کا فیصلہ ہو گیا تھا اور جہاں سے نبی اکرم ﷺ نے راتوں رات چھپ کر حضرت ابوبکر ؓ کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی، پھر غارِ ثور میں تین دن پناہ لینی پڑی تھی جس کے دہانے تک کھوجی کفارِ مکہ کو لے آئے تھے اور جہاں سے اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر حضور ﷺ کو بچایا تھا اور آپ نے حضرت ابوبکر ؓ کا اضطراب دیکھ کر ان سے وہ جملہ فرمایا تھا جو توکل علی اللہ کا شاہکار ہے کہ: "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" اسی مکہ میں آٹھ سال بعد رمضان المبارک 8ھ میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت فاتح داخل ہو رہے تھے۔ فرطِ تواضع اور عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کی پیشانی مبارک گھوڑے کے ایال کو مس کر رہی تھی۔ زبان مبارک پر ترانۂ حمد جاری تھا۔ دنیا نے اس سے قبل ایسا کوئی فاتح نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ قیامت تک دیکھ سکے گی۔

رسول اللہ ﷺ انصار و مہاجرین کے جلو میں مسجدِ حرام کے اندر تشریف لائے، اُس وقت آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک کمان تھی۔ وہ حرمِ محترم جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسے بُت شکن نے اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش کے لیے تعمیر کیا تھا، اس کے آغوش میں تین سو ساٹھ بُت موجود تھے۔ لیکن اب رسول اللہ ﷺ کے لیے موقع تھا کہ اپنے جدِ امجد کی سُنت کی تجدید فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ ایک ایک بُت کو اپنی کمان سے ٹہوکے دے کر گراتے جاتے اور زبان مبارک سے پڑھتے جاتے تھے:

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (بنی اسرائیل:81)

"حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔"

چند دنوں بعد اُن تمام بتوں کو بھی پاش پاش کرا دیا گیا جن کے استھان اطرافِ مکہ میں مختلف مقامات پر قائم تھے۔ اس طرح عرب میں اسلام کی انقلابی دعوتِ توحید کی تکمیل ہو گئی۔ شرک اور بُت پرستی کا طلسم ٹوٹ گیا اور شرک کی بنیاد پر قائم استحصالی نظام کا قلع قمع ہو گیا۔

خانہ کعبہ کی بتوں سے تطہیر کے بعد آپؐ نے اس کے اندر نماز ادا کی، پھر دروازہ کھول کر کھڑے ہو گئے اور مسجد حرام میں کھچا کھچ بھرے ہوئے قریش سے خطاب فرمایا۔ مکہ میں داخلہ کے بعد عرب کے بے تاج بادشاہ، سرورِ عالم رحمۃ للعالمین ﷺ نے خلافتِ الٰہی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد جو پہلا خطاب فرمایا، اس کے مخاطب درحقیقت صرف اہلِ مکہ ہی نہیں بلکہ سارا عالم تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اَلَا كُلُّ مَاْثَرَةٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ يُّدْعٰى فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ اِلَّا سِدَانَةَ الْبَيْتِ وَسِقَايَةَ الْحَاجِّ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْاٰبَاءِ اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ))

"ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے تنہا تمام جتھوں کو توڑ دیا۔ آگاہ ہو جاؤ! (اب) تمام مفاخر، تمام انتقامات، خون بہائے قدیم سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔"

پھر آپؐ نے سورۃ الحجرات کی یہ آیت پڑھی:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿13﴾﴾

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے، تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لیے جاؤ۔ تحقیق اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ (اللہ کا) تقویٰ رکھتا ہو۔ (یعنی اس کے فرامین کی خلاف ورزی سے سب سے زیادہ بچتا ہو۔) بے شک اللہ دانا اور واقف کار ہے۔"

آپ کا یہ خطبہ نہایت مختصر تھا، مگر اس میں اسلام کی انقلابی دعوت و پیغام کے چند اہم اصول بیان ہو گئے۔ دینِ اسلام کا اصل الاصول توحید ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی حاکم نہیں، کوئی مقنن نہیں، کوئی دستگیر نہیں، کوئی خالق و مالک نہیں — لفظ "الٰہ" میں یہ تمام مفاہیم موجود ہیں۔ ساتھ ہی شرک جیسے اکبر الکبائر کی تردید بھی آ گئی۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا بیان بھی آ گیا۔ پرانی عداوتوں اور انتقام کی پُرزور مذمت بھی آ گئی۔ مفاخرِ قومی و نسبی کی بیخ کنی بھی ہو گئی۔ اور آپؐ نے جاہلیت کی ان تمام جہالتوں کے متعلق فرما دیا کہ "میں نے ان تمام چیزوں کو پاؤں تلے کچل دیا۔"

ظہورِ اسلام سے پہلے عرب ہی نہیں تمام دنیا میں نسل، قوم اور خاندان کی تمیز کی بنا پر فرق و تفاوت اور امتیازات و مراتب قائم تھے۔ اسلام کا یہ احسان ہے کہ اس نے

دنیا کو کامل مساوات کے اصول سے روشناس کرایا اور نبی اکرم ﷺ اور خلفاءِ راشدین ؓ نے اس اصول پر اسلامی حکومت کو عملاً چلا کر دنیا کے سامنے حجت پیش کر دی کہ نسل، رنگ، زبان، وطن، پیشے اور جنس کی بنیاد پر کوئی اونچا ہے نہ نیچا ہے، وحدت خالق اور وحدت آدم کی بنیاد پر سب برابر ہیں۔

خطبہ کے بعد فاتح مکہ ﷺ نے مجمع کی طرف دیکھا۔ جبارانِ قریش سامنے تھے۔ فرمایا کہ تمہارا کیا گمان ہے کہ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ یہ لوگ اگرچہ شقی القلب، بے رحم اور ظالم تھے، لیکن مزاج شناس بھی تھے۔ لہٰذا بے اختیار پکار اُٹھے: اَخٌ کَرِیْمٌ وَّابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ ''آپ شریف اور بامروت بھائی ہیں اور ایک شریف اور بامروت بھائی کے بیٹے ہیں۔'' رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آج تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی: لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے'' اور ((اذھبوا فانتم الطلقاء)) ''جاؤ تم سب آزاد ہو۔'' لیکن چند لوگ ایسے بھی تھے جن کو معافی نہ دی گئی۔ اُن کے جرائم اِس قدر سنگین تھے کہ اُن کے متعلق یہ حکم تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔

مکہ کے فتح ہو جانے سے اندرونِ ملک عرب انقلاب محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تکمیل ہو گئی۔ اور سورۃ الصف میں جو غزوۂ احزاب اور سورۃ الاحزاب سے متصلاً بعد نازل ہوئی، میں دی گئی یہ بشارت ﴿وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ پوری ہو گئی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان رکھنے والوں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں اور اللہ کی راہ میں صفیں باندھ کر اس طرح قتال کرنے والوں کو جیسے سیسہ پلائی دیوار ہوں، آخرت میں لغزشوں اور خطاؤں کی مغفرت، دخول جنت اور جناتِ عدن کے پاکیزہ گھروں میں خلود وسکونت کے وعدوں کے ساتھ ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اصل کامیابی ہے، اس دنیا میں بھی نصرتِ الٰہی اور فتح قریب کی نوید جاں فزا سنائی گئی تھی جو فطری اعتبار سے انسان کو بڑی محبوب ہوتی ہے۔ چنانچہ فتح مکہ کی صورت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نگاہوں کے سامنے اس بشارت کا ظہور ہو گیا۔

قریشِ مکہ سے آپ ؐ کی چھ سالہ طویل جنگ 17 رمضان المبارک سن 2 ہجری کو شروع ہوئی اور 10 رمضان المبارک 8 ہجری کو فتح مکہ پر اختتام پذیر ہوئی۔ اس دوران بہت سے اتار چڑھاؤ آئے۔ مختلف غزوات میں سینکڑوں صحابہ ؓ کو جانوں کی قربانی دینی پڑی۔ غزوۂ احد میں حضور ﷺ خود بھی مجروح ہوئے اور دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے۔ تلوار کا وار چہرہ مبارک پر پڑا تو جو خود آپ ؐ پہنے ہوئے تھے، اس کی دو کڑیاں رخسار مبارک کی ہڈی کے اندر گھس گئیں۔ ایک صحابیؓ نے دانتوں سے پکڑ کر کھینچ کر نکالنا چاہا تو ان کے دانت اکھڑ گئے مگر وہ نہیں نکلیں۔ کسی طریقے سے انہیں نکالا گیا تو خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ اتنا خون بہا کہ آپ ؐ بے ہوش ہو کر گر گئے اور مشہور ہو گیا کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے۔ ستر صحابہ کرام ؓ شہید ہوئے، جن میں حضرت حمزہ ؓ بھی شامل تھے۔ ان کے حضور ﷺ کے ساتھ کئی رشتے تھے — وہ آپ ﷺ کے چچا بھی تھے خالہ زاد بھائی بھی اور دودھ شریک بھائی بھی۔ پھر وہ آپ ؐ کے بچپن کے ہم جولی اور دوست تھے۔ اور ان کی لاش اس حالت میں آئی کہ ناک کٹی ہوئی ہے، کان کٹے ہوئے ہیں، پیٹ چاک کر کے کلیجہ چبایا گیا ہے۔ لہٰذا یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ انقلاب برپا کرنے کا یہ کام گھر بیٹھے نہیں ہوا۔ اس کے لئے بڑی قربانیاں دی گئی ہیں۔ بہر حال چونکہ یہ کام بھرپور تیاری کے بعد کیا گیا تھا، لہٰذا چھ سال کے عرصے پر محیط اس مسلح تصادم کا نتیجہ فتح مکہ کی صورت میں نکلا اور انقلاب نبوی کی تکمیل ہو گئی۔ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین، غزوۂ طائف وغیرہ جو جنگیں لڑیں، ان کی حیثیت ملٹری کی اصطلاح میں Mopping-up operation کی تھی، جس کے ذریعے مخالف قوتوں کا آخری قلع قمع مقصود ہوتا ہے۔ فتح مکہ پر اندرونِ عرب انقلاب کی تکمیل ہو گئی۔

خلافت فورم

کیا سلمان تاثیر کے قتل پر ممتاز قادری پر انسداد دہشت گردی کی عدالت میں مقدمہ چلانے کا جواز تھا؟
کیا سلمان تاثیر واقعی توہین رسالت کا مرتکب تھا یا اس نے محض آسیہ بی بی کو ملنے والی سزا کی مخالفت کی؟
کیا ممتاز قادری کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ قانون ہاتھ میں لے کر خود شاتم رسول کو قتل کر دے؟
حقیقی اسلامی ریاست میں شاتم رسول کے قاتل کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟
دورِ نبویؐ، خلفائے راشدین یا اسلامی تاریخ میں شاتمانِ رسولؐ کو قتل کرنے پر کیا فیصلے صادر ہوئے؟
کیا ملکی قانون کی رو سے ممتاز قادری کی رہائی کی گنجائش موجود ہے؟
سپریم کورٹ کے بھٹو کو سزائے موت دینے کو میڈیا عدالتی قتل کہتا ہے ایک شاتم رسول کی سزائے موت پر انسداد دہشت گردی کی عدالت کے فیصلے کو کیا کہنا چاہیے؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ
www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھیے

تجزیہ نگار : سابق جسٹس نذیر احمد غازی (وکیل ممتاز قادری)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)
میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

"بچاؤ کی ڈھال صرف اسلام اور غلبۂ حق ہے"

رفیق اعلیٰ نعیم صدیقیؒ کا ''سرمایۂ اُمید'' کے نام پیغام

جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما اور نائب امیر نعیم صدیقیؒ مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اسلامی جمعیت طلبہ کے نام ایک وصیتی مکتوب ارسال کیا تھا، جو دراصل اُن کا جمعیت کے نام پیغام تھا۔ اِس مکتوب میں جہاں انہوں نے جمعیت کو جادۂ حق پر گامزن رہنے کی تلقین کی، وہاں اِس سے انحراف کے عواقب و نتائج سے بھی آگاہ کیا۔ یہ مکتوب نہ صرف جمعیت کے ارکان اور کارکنان کے لیے بلکہ ہر دینی تحریک کے وابستگان کے لیے نصیحت ہے، جسے حرزِ جان بنانا چاہیے۔ اسلامی جمعیت کے کارپردازان کو خاص طور پر اِس پر غور کرنا چاہیے کہ جن باتوں کی وصیت اُن کے رہنما نے انہیں کی تھی، انہوں نے اِس پر عمل کیا، یا درخورِ اعتنا نہ جانا اور پڑھ کر بھلا بیٹھے۔ (ادارہ)

اے میری متاعِ شوق!

اے جوان سال، پاک طینت اور صاحب ایمان وشعور، سرمایۂ اُمید!

آپ کے آنے تک میں شاید اپنے مادّی وجود کے ساتھ اس دنیا میں باقی نہ رہ سکوں گا۔ اپنی زندگی کی قلیل سی مہلت میں میں آپ کو جیسے روبرو دیکھ رہا ہوں، اور اسی کیفیت میں یہ ایک وصیتی پیغام لکھ رہا ہوں۔ آپ سب عزیز حضرات! اگر راہِ حق پر بے لوث ہو کر سابق غلطیوں کو ختم کر کے اور نئی ذمہ داریوں کو اُٹھاتے ہوئے گامزن ہوں گے، تو میں قدم بہ قدم آپ کے ساتھ ہوں گا، میری روح ہوگی، میری فکر ہوگی، میری دنوں کی بیتابیاں اور راتوں کی بے خوابیاں ہوں گی، میرا تحریکی زندگی کا دُکھ درد ہوگا، میری برداشت کردہ اذیتوں کے زخم ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے عزیز سپاہیانِ صداقت اور عسکریانِ اسلامی، اسلام دشمن قلعے پر فتح کا علم گاڑ دیں۔ اور ایسا ضرور ہوگا، تمہارے ہاتھوں ہوگا اور جلد ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اقدام کے لوازم کا پورا اہتمام کریں، اور راستہ روکنے یا رفتار گھٹانے والے مزاحمتی عوامل کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش کریں۔

اے قوتِ نوخیز! اے میرے بعد آنے والے سپاہیانِ انقلابِ اسلامی! اوپر جس کارِ دشوار کا میں نے ذکر کیا ہے، اس تحریکِ حق کو انجام دینے کے لیے بڑی یکسوئی، مفادِ دنیوی اور معیارِ زندگی اور لذات و آسائش کی بڑی قربانی درکار ہوگی۔ آپ کو بہت سے یگانوں کو بیگانہ بنانا اور بہت سی راحتوں کی جگہ کٹھنائیاں قبول کرنا ہوں گی۔ آپ اور آپ کے بچے اور آپ کی بیویاں اور بوڑھے ماں باپ روئیں اور تڑپیں گے۔ اُن کے آنسوؤں اور آپ لوگوں کے خون سے یہاں وہ چراغ جلیں گے جن کا طواف آفتاب اور ماہتاب کو پروانوں کی طرح کرنا ہوگا، اور ظلمتوں کی عالمی راجدھانیاں (سلطنتیں) اور مضبوط قلعہ بندیاں راکھ ہو کر بکھر جائیں گی۔

بولو! کیا تم محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کے ایسے سچے فدائی ہو کہ اتنا بڑا کھیل تاریخ کے میدان میں کھیل جاؤ؟......

اگر ایسا ہو تو دونوں جہانوں کی سعادتیں تمہارے لیے ہیں اور اگر تم اس ذمہ داری کا بیڑا اُٹھا کر پسپا ہو جاؤ، یا جادۂ انقلاب اور فریضۂ اقامتِ دین سے انحراف کر جاؤ تو پھر یہاں کے مزے تو شاید مل جائیں، لیکن آگے دروازے بند پاؤ گے۔ اور یہاں بھی اگر تم نے مسلمانوں کے اُبھار کا صحیح راستہ نہ پیدا کیا تو ایسی ایسی ذلتوں سے گزارا جائے گا اور خود تم بھی اُن میں شامل ہوگے، کہ عورتوں کی ناموس، بچوں کے کلیجوں کا لہو، عقوبت خانوں میں مرد وزن کی عزت و غیرت اور خودی کے کچلے جانے کے بعد اذیت ناک موت، یہ سارے حادثات طوفان بن کر مسلم قوموں پر وارد ہوں گے۔ کتنی ہی مسلم اقلیتوں کے ساتھ یہ پہلے ہی ہو رہا ہے اور اب سامان بن رہے ہیں کہ بعض ممالک میں مسلم اکثریتیں مخالف قوتوں کی سازشوں کے بیلنوں سے گزار کر بہیمیت کے کولہوؤں میں پیلی جائیں۔ پھر باری نسبتاً آزاد ممالک کی ہے۔ بچاؤ کی ڈھال صرف اسلام اور غلبۂ حق ہے۔ سیکولرازم اور اس پر مبنی جمہوریت تو ڈبو دے گی، جلد فکر کیجیے!

ہم کچھ عرصہ سے خدا، دین اور کتاب وسنت کو اپنے ہر حکم اور اقدام کے جواز کے لیے استعمال کرنے والے عام واعظوں سے زیادہ ماہر ہو گئے ہیں۔ ہر بات میں ہم مطمئن ہوتے ہیں کہ خدا اور رسول ﷺ تو ہیں ہی اپنے، اور کتاب وسنت گویا ہمارے دل و دماغ کے ہر گوشے میں رچ بسے ہیں۔ کسی معاملہ میں غور و استدلال کی ضرورت ہی نہیں، لہٰذا جو بھی فیصلہ کثرتِ رائے سے کر دیں گے وہی اسلام ہے۔ اور ہر وابستہ شخص کا فرض ہے کہ بے چون و چرا اُسے اختیار کرے اور سرتابی نہ کرے۔ پہلے ایسا ہوتا رہا تو شد آنچہ شد۔ جن لوگوں کا عزم و شعور تغیرِ احوال کا دباؤ برداشت نہ کر سکا اور یا اِس وجہ سے یہ رنگ ڈھنگ اختیار کیا اُن کا معاملہ بھی اب یوں سمجھو کہ ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٤﴾﴾ (البقرہ) ''یہ جماعت گزر چکی ان کو ان کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا) اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔''

رفت آنچہ رفت، اور شد آنچہ شد!

اُٹھ کے خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں

آپ کو افکار و اعمال اور پالیسیوں و کرداروں کا جو ورثہ پیچھے سے ملا ہے، آپ اس کے ہر جزء کے ایسے عادی ہو چکے ہیں کہ اس میں چاہے کتنے غلط اور متضاد عناصر داخل ہو گئے ہوں آپ سب کو تحریک کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔ جس دلدل میں آپ پھنسے ہوئے ہیں، اُس سے آزاد ہو کر، ایک پکی زمین پر کھڑے ہو کر بات کرنے کا تصور ہی باقی نہیں رہا! آپ کے اور تحریک کے درمیان کچھ پردے حائل ہو گئے ہیں۔

پس اقبال کے اس مصرع کے مطابق

کہ اے مرغِ حرم! اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

اکیسویں صدی والو! جب تک اپنے ترکِ جادہ (سواء السبیل) کے قصور کا اعتراف نہ کرو گے، تم پر نئی قوتوں کے دروازے کھل ہی نہیں سکتے۔ نقیبِ انقلاب فردا! ہاں، تو ہے شہسوارئ تاریخ کے اس مقام پر دسترس پانے کی ہمت و حوصلہ؟

نہیں تو آپ من پسند، مختلف، سہل تر چلتے مشغلوں میں مگن رہیے، اور یہ زعم اپنے ذہن سے نکال دیجیے کہ آپ نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے پیغام اور مشن کو سمجھا، اور اب آپ اس کے علمبردار ہیں۔

تعاقب

پاکستان میں بسنے والے

دہریے اور مرتدین اب منظرِ عام پر!

ذکی خالد

پاکستان میں جہاں آئے روز نت نئے فتنے کھڑے ہوتے ہیں، جہاں نظریۂ پاکستان کے بارے میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی ہیں، جہاں ہم جنس پرستوں کی حوصلہ افزائی کے لیے تقریبات کا انعقاد ہونے لگا ہے، وہاں اب سب سے بڑی واردات ہوئی ہے، سب سے بڑا فتنہ کھڑا ہوا ہے۔ یہ فتنہ ہے پاکستانی دہریوں اور مرتدین کا۔ ان لوگوں نے اب ایک تنظیم قائم کی ہے، جس کا نام Pakistani Atheist & Agnostics ہے۔ تنظیم کے سربراہ ''حضرت بے خدا'' کا کہنا ہے کہ ہماری تنظیم کے افراد "Atheist Alliance International" (عالمی اتحاد برائے دہریہ حضرات) کے ساتھ منسلک ہیں۔ ہمارے چند نمایاں مقاصد میں دین و ریاست کی علیحدگی، آزاد خیالی و عریانی کا فروغ اور 'حقوقِ نسواں' شامل ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس تنظیم کی بنیاد ایک Facebook page سے ہوئی، اور اس کے بعد سے اس کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ اب ان کی ایک ویب سائٹ بھی ظاہر ہوگئی، جس تک صرف دو دنوں میں 17,000 افراد نے رسائی کی۔ اس تنظیم کے مذموم مقاصد میں (نعوذ باللہ) دین پر کیچڑ اچھالنا اور اللہ تعالیٰ کی توہین کرنا واضح ہے، ان کا ارادہ یہ بھی ہے کہ اپنی شیطانی کتابوں اور ویڈیوز کے ذریعے نوجوان طالب علموں کی ذہن سازی کی جائے، تاکہ وہ دین سے بدظن ہو جائیں۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں سوشل میڈیا (Facebook, Twitter, MySpace) کا زور و شور سے استعمال عام ہے، جس کے نتیجے میں معاشرتی خرابیاں فحاشی و عریانی اور بے راہ روی جنم لیتی ہے، بلکہ کچھ واقعات میں بات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ لڑکا لڑکی ایک مقامِ ملاقات طے کرکے آپس میں ملتے جلتے بھی ہیں۔ ہر چیز کے اچھے اور برے دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ سوشل میڈیا جہاں ارتداد اور دہریت پھیلانے اور فحاشی اور بے راہ روی کے فروغ میں اہم آلہ کار کا کردار ادا کر رہا ہے، وہاں اس کے ذریعے داعیانِ حق و مبلغینِ اسلام مسلمانوں اور کافروں کو دین کی تبلیغ بھی کر رہے ہیں۔ ایسے میں یہ سوال بہت غور طلب ہے کہ آخر کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے، جس سے سوشل میڈیا کا مثبت کردار تو باقی رہے، اس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں مگر اُس کے شیطانی کردار کو کم یا غیر مؤثر کیا جاسکے۔ میری رائے ہے کہ سب سے پہلے PTA اور وزارتِ اطلاعات سوشل میڈیا پر ان سائٹس یا pages تک رسائی پر پابندی لگائے جن کے متعلق تحقیق کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہو کہ ان سائٹس کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا اور اسلام کی معتبر شخصیات کی حرمت پر انگلی اُٹھانا ہے۔ ہم پورے سوشل میڈیا پر تو پابندی نہیں لگا سکتے۔ اگر ایسا کریں بھی تو ایک غیر عقلی قدم ہوگا، جس سے نہ صرف عوام بالخصوص نوجوانوں کی جانب سے شدید منفی ردِ عمل سامنے آئے گا بلکہ اس سے مزید خرابیاں پیدا ہوں گی جو ہمیں تاریکی کی طرف دھکیل سکتی ہیں۔ PTA کو چاہیے کہ اپنے شکایتی محکمہ کو چوکس رکھے، ایسا کرنا بھی جہاد ہوگا۔ ''نہی عن المنکر'' کے فریضہ کی ادائیگی ہماری ذمہ داری ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جب PTA کے ہیڈ آفس کال کی جاتی ہے تو وہاں کوئی نمائندہ فون ہی نہیں اٹھاتا، نہ ہی ای میل کا جواب دیا جاتا ہے۔

بیرونِ ملک دشمنانِ دین کو روکنے یا نہ روکنے کی بات بعد میں آئے گی، ضرورت اِس بات کی ہے کہ پہلے اپنے ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان میں موجود مرتدین سے نپٹا جائے۔ ارتداد اسلام کے خلاف کھلی جنگ ہے جو شخص دائرہ اسلام سے نکل کر کوئی اور مذہب اختیار کرتا، یا دہریت اپناتا ہے، وہ اپنے تئیں اسلام کو جھوٹا اور ناقابل یقین دین قرار دیتا ہے۔ اگر حقیقی اسلامی ریاست قائم ہو تو اُس میں مرتد کی سزا قتل پر عمل ہوگا۔ اسلام میں ایسے شخص کے لیے کوئی معافی نہیں، الا یہ کہ واپس پلٹ آئے۔ دہریت بہت بڑا ظلم اور جارحیت ہے۔ یہ انسانی فطرت سے بغاوت ہے۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اگر خدا کا وجود ہی نہیں، یومِ آخرت کوئی محاسبہ نہیں ہونا تو بھَیّا! کاہے کو اچھائی کی جائے؟ کیوں بُرے کاموں سے پرہیز کیا جائے؟ سزا و جزا کا دار و مدار ہی اللہ کے وجود اور یومِ آخرت پر ہے، پر اِن عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ اہلِ عقل کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿اِنَّ فِی خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ﴾

(آل عمران:190)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی خلقت اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں''۔

انہی نشانیوں کے عوض دنیا کے نامور سائنسدانوں نے پختہ یقین کے ساتھ اسلام قبول کیا اور اس پر عمل پیرا ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ ادھوری تحقیق کرنے سے انسان نہ اِدھر کا رہتا ہے نہ اُدھر کا، لٰہذا بحث و مباحثہ سے نجات کے لیے دہریہ بن جاتا ہے۔ معروف انگریز فلسفی اور سائنس دان فرانسس بیکن کا قول بجا ہے:

"A little knowledge of science makes man an atheist, but an

> شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے۔
> اسلام میں ایسے شخص کے لیے کوئی معافی نہیں، الا یہ کہ واپس پلٹ آئے

makes him a believer in God"
(سائنس کا تھوڑا سا علم انسان کو دہریہ بنا دیتا ہے، لیکن اُس کی گہرائی میں مطالعہ اللہ پر یقین رکھنے والا بناتا ہے۔)

دلائل اور ثبوت پیش کرنے کی ضرورت پڑے تو نام نہاد آزاد خیال افراد زحمت کر کے ترکی کے مشہور اسلامی محقق عدنان اختر عرف ''ہارون یحییٰ'' کی کتاب "The Atlas of Creation" کا مطالعہ کرلیں۔ مصنف نے سائنسی حقائق کے حوالوں سے یہ بات واضح کی ہے کہ انسان کو اللہ نے مٹی سے تخلیق کیا اور حیوانوں، کائنات اور جنات کو علیحدہ تخلیق کیا گیا۔ اُس نے ڈارون کے نظریہ ارتقاء (Theory of Evolution) کو بھی دلائل کے ساتھ رد کر کے کوڑے دان میں پھینک دیا۔ ہارون یحییٰ ہی نہیں اسی طرح کے اور بھی بہت سے نامور محققین اور اُن کی تحقیق رپورٹس موجود ہیں، جن کے تفصیلی ذکر کا یہ موقع نہیں۔

اس مضمون کے اختتام پر میرا حکمرانوں سے مطالبہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلانے والے ملک میں مرتد کی سزا (موت) جو شریعت نے متعین کی ہے، نافذ کی جائے۔ یہی ان بدبختوں کی سزا ہے۔ اسلام کے ایسے باغیوں کو اللہ کی زمین پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، جو اسلام پر عدم اعتماد کر کے دہریت اختیارات کرتے ہیں۔ خصوصاً اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جس کے آئین میں واضح طور پر درج ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی لہٰذا مرتد کی سزا قتل نہ ہونا آئین کی خلاف ورزی ہے۔ بیرونی شیطانی امداد سے فتنہ ارتداد، دہریت اور زمین پر فساد پھیلانے والوں کو ان کے حقیقی انجام تک پہنچانا ریاست پاکستان کی ذمہ داری ہے۔ اللہ ہمیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دین کو پڑھنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور اِس پر استقامت عطا فرمائے اور ہمیں وہ قوت عطا فرمائے کہ ہم صحیح معنوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکیں اور دین فطرت سے بغاوت کرنے والوں کا دلائل کی قوت، طاقت اور سب سے بڑھ کر قوتِ ایمانی کے سہارے قلع قمع کرسکیں۔ آمین یارب العالمین!

یہ بھی ایک جنگ ہے

غلام اکبر

پاکستان میں میڈیا ورلڈ کا منظرنامہ جناب نجم سیٹھی، جناب امتیاز عالم، جناب نذیر ناجی، جناب حسن نثار، اور جناب نصرت جاوید کے بغیر مکمل نہیں۔ یہ تمام ایسے نام ہیں اور ان کی وجہِ شہرت اگرچہ ایک مخصوص سوچ یا اندازِ فکر ہے جس مخصوص سوچ اور اندازِ فکر کو ان کی وجہِ شہرت کہا جاسکتا ہے اس کے ساتھ اور بھی کئی نام منسلک ہوں گے مگر یہاں میرا مقصد چند ایسے ناموں کو سامنے رکھ کر یہ ناقابل تردید حقیقت بیان کرنا ہے کہ آنے والے مہینوں یا برسوں میں پاکستان دو متصادم نظریات کے درمیان جنگ کا میدان بننے والا ہے۔ ان تمام ناموں کا ذکر ایک ضمن اور ایک سانس میں ایک ساتھ کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کے درمیان سوچ، لیاقت، مقاصد اور کردار کا فرق نہیں ہوگا۔ اس قسم کے فرق کا پایا جانا ایک فطری بات ہے۔ سب نے الگ الگ ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں اور پھر بند بھی کرلی ہیں۔

اگرچہ ان کا تعلق ایک ہی ادارے سے ہے مگر ہر ایک کی فکری نشوونما الگ الگ حالات میں ہوئی ہے۔ لیاقت اور کردار بھی وہ الگ الگ لے کر پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کے مماثلت رکھنے والے اندازہائے فکر کے پیچھے مقاصد بھی الگ الگ ہوں گے۔ مثال کے طور پر میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جناب حسن نثار کو سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ''مہمان نوازی'' سے لطف اندوز ہونے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا ہوگا جبکہ جناب نجم سیٹھی کا واشنگٹن آنا جانا ایسی ہی بات ہے جیسی بات جناب زرداری صاحب کا اسلام آباد کے ایوانِ صدر سے کراچی کے بلاول ہاؤس آنا جانا۔ اور مثال کے ہی طور پر دنیائے ساغر و مینا سے ایک جیسی ہی آشنائی رکھنے کے باوجود جناب نصرت جاوید اور جناب نذیر ناجی کی اقدار میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ جناب نصرت جاوید سے اختلاف بڑی شدت کے ساتھ کیا جاسکتا ہے جو میں کرتا ہوں مگر میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اپنے قلم سے یا زبان سے نکلنے والے الفاظ کی قیمت وصول کرتے ہوں گے۔ اسی طرح جناب حسن نثار جب جوشِ بیان میں اسلامی تاریخ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو مجھے بے حد طیش آتا ہے۔ مگر جتنے عرصے سے میں انہیں جانتا ہوں میرے لئے ان کی شخصیت کو سمجھنا مشکل نہیں۔ ان کے اندر جس ناراضگی کا ''لاوا'' چھپا ہوا ہے وہ ناراضگی انہیں صرف اسلامی تاریخ سے نہیں ان حالات سے بھی ہے جن میں رہ کر انہوں نے اپنی فلکاری کو پروان چڑھایا ہے اور خود اپنی ذات سے بھی ہے کہ وہ اسے اپنی آرزوؤں کا آئینہ نہیں بناسکے۔ اور شاید وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہوں کہ جس شیشے کے ٹوٹنے کی آواز نہ آئے وہ توجہ حاصل نہیں کرتا۔

جہاں تک جناب امتیاز عالم کا تعلق ہے میں انہیں بالکل نہیں جانتا۔ صرف یہ جانتا ہوں کہ ایسی ''صحافتی'' خدمات انجام دینے کے صلے میں انہیں ہزاروں ڈالر ماہانہ ملتے ہیں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوتی ہیں مگر جن کی بدولت انہیں سیون سٹار ہوٹلوں میں قیام و طعام کا موقع اکثر ملتا رہتا ہے۔

تمہید کچھ زیادہ ہی لمبی ہوگئی ہے مگر جس موضوع کا انتخاب میں نے اپنے آج کے کالم کے لئے کیا ہے وہ ایسی ہی تمہید کا متقاضی ہے۔

جو قارئین میڈیا پر تجزیے دیکھتے، سنتے یا پڑھتے رہتے ہیں ان کے شعور، لاشعور یا تحت الشعور میں یہ بات ضرور ہوگی کہ ہمارا ملک بہت جلد دو متحارب سوچوں کا میدانِ جنگ بننے والا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ہلکے پھلکے انداز میں یہ جنگ شروع بھی ہوچکی ہے۔ میں اس ضمن

میں اس تمسخرانہ اور تضحیک آمیز انداز کا ذکر بطور خاص کروں گا جس کا نشانہ اسلام کو پاکستان کی آئینی اساس مسلم تشخص کو قومی شناخت کا پیمانہ اور نظریۂ پاکستان کو مملکت کی رگوں میں بہتا ہوا خون سمجھنے والے لوگوں کو وہ لوگ بنا رہے ہیں جن کی پہچان میں نے مندرجہ بالا ناموں اور ان ناموں کے ساتھ جڑی سوچ کے ذریعے کرائی ہے۔

اس ضمن میں ایک خاص ترکیب ''غیرت بریگیڈ'' خاصے عرصے سے زیر استعمال ہے اور پاکستان کے اسلامی پس منظر پر ایمان رکھنے والوں کی نشاندہی کے لئے کثرت سے گردش کرتی رہتی ہے۔

یہ ترکیب میری نظروں سے ایک ایس ایم ایس کی بدولت گزری۔ پہلے تو میں اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہا۔ پھر جب دو تین مرتبہ اس ترکیب کا ذکر تجزیوں وغیرہ میں ہوا تو پتہ چلا کہ یہ ''گالی'' ہمارے روشن خیال، ترقی پسند، مغرب نواز اور سیکولر طبقوں اور دانشوروں نے ان لوگوں کے لئے مخصوص کر رکھی ہے جو آنحضرتؐ کی حرمت، قرآن پاک کے تقدس اور امت محمدی کے تصور کو اپنی اور قوم کی غیرت کا معاملہ قرار دیتے ہیں۔

میں کبھی کبھی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر کبھی ''غیرت'' کے تصور سے چڑنے اور اسے تمسخر کا نشانہ بنانے والے لوگوں کو ''غیرت بریگیڈ'' کی حقیقی طاقت سے سابقہ پڑا تو انہیں سرزمین پاک پر کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ جس ''غیرت بریگیڈ'' کو وہ چند فلمکاروں یا تجزیہ نگاروں پر مشتمل سمجھتے ہیں وہ اٹھارہ کروڑ فرزندان و دخترانِ پاکستان کا بحرِ بے کراں ہے جس کی بپھری ہوئی موجوں میں یہ سب لوگ تنکوں کی طرح بہہ جائیں گے۔

میں یہاں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ ''غیرت بریگیڈ'' ساری کی ساری ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جن کا دامن ہر قسم کی برائی یا کجی سے پاک ہے۔ یقیناً ان میں عبداللہ ابن ابی کے پیروکار بھی ہوں گے۔ مگر جس سوچ کی بدولت ''غیرت بریگیڈ'' کی ترکیب ایجاد ہوئی اور گردش میں لائی گئی وہ سوچ بڑی عظیم ہے۔

وہ وقت بہت زیادہ دور نہیں جب مملکتِ خداداد کہلانے والے پاکستان کے ہر باسی کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ محمدؐ کے خدا کو قادرِ مطلق اور حاکم حقیقی مانتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی نہیں مانتا ہوگا تو اسے ان تمام حقوق کا مستحق سمجھا جائے گا جو آنحضرتؐ نے ''نہ ماننے والوں'' کے لئے مخصوص کئے تھے۔ اگر مانتا ہوگا تو پھر اسے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ قرآن خدا کا کلام ہے، خدا کا فرمان ہے، خدا کا آئین ہے اور اس کے احکامات کو دل و جان سے تسلیم کرنا مسلمان کہلانے والے ہر شخص پر واجب ہے۔ جیسا کہ بانئ پاکستان قائداعظم نے بھی فرمایا ہے۔

اسلام میں دین کو سیاست اور ریاست سے الگ کرنے کا مطلب ایک ہی ہے۔ چنگیزی کو قبول کرنا۔ جیسا کہ اقبال کہتا ہے۔

آج کا مغرب بظاہر اسلام کے خلاف برسرپیکار نہیں۔ ہمارے روشن خیال، ترقی پسند اور سیکولر دانشوروں کو ''دلیل'' کا ہتھیار فراہم کرنے کے لئے مغرب اس بات پر خاص زور دیتا ہے کہ اسلام امن اور بھائی چارے کا دین ہے۔ مگر عملاً جب وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ امن اور بھائی چارے کے اس دین کو ریاستی معاملات میں کوئی جگہ نہیں ملنی چاہئے اور جب وہ مسلم ممالک میں ریاستی معاملات سے اسلام کو خارج کرنے یا کرانے کی مہم چلاتا ہے تو اس کے سیکولر نقاب کے پیچھے سے ''عیسائی دنیا کی تاریخی اسلام دشمنی'' جھانکے بغیر نہیں رہتی۔ پاکستان پر امریکہ کی خصوصی ''مہربانیاں'' صرف اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کی سٹرٹیجک اہمیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے اور اسے اپنے اثر و رسوخ سے آزاد کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ مسلم دنیا میں ایران کے علاوہ یہ واحد ملک ہے جس نے آئینی طور پر اسلام کو اپنے وجود کی اساس قرار دے رکھا ہے اور جو نہ صرف یہ کہ ایٹمی طاقت بن چکا ہے بلکہ آنے والے وقتوں میں دنیائے ہلال کی قیادت سنبھالنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔ پاکستان کو ایک روشن ''اسلامی مستقبل'' کی طرف بڑھنے سے روکنے کیلئے ضروری ہے کہ اسے عدم استحکام، فکری انتشار اور شکست و ریخت کا نشانہ بنائے رکھا جائے۔

یہ کام امریکہ کے مقرر کردہ ''جعفر و صادق'' بڑی ''جانفشانی'' کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ مگر امریکہ کی حالیہ تاریخ اس کے مقاصد کے لئے کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں۔ گزشتہ برس کے اواخر میں جب تیونس میں انقلاب کی آندھی اٹھی تو مغرب خوشی سے جھوم اٹھا۔ اسے یقین تھا کہ زین العابدین بن علی کی آمریت کے شکنجے سے نکل کر تیونس ''روشن خیال'' مغربی جمہوری قوتوں کی گود میں آ کر گرے گا۔

زمینی حقائق مغرب کے اِس یقین کو جھٹلاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ رشید غنوشی کی قیادت میں اسلامی قوتیں تیونس کے مستقبل کو اپنے ہاتھوں میں لینے کی منزل کی طرف کامیابی کے ساتھ بڑھ رہی ہیں۔ مصر کا انقلاب بھی مغرب نواز مستقبل کی طرف نہیں ''مسلم شناخت'' کے مستقبل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور جو کچھ لیبیا میں ہوا ہے وہ تو خود امریکیوں کے لئے ناقابلِ یقین ہے۔

آج امریکہ اسی عبدالحکیم بیلحاج کی اعانت کرنے پر مجبور ہے جسے ''اسلامسٹ'' ہونے کے جرم میں چند برس قبل لیبیا سے نکلنا پڑا تھا۔ جسے امریکیوں نے 2006ء میں کوالالمپور سے پکڑ کر قذافی کے حوالے کیا تھا اور جو چھ برس تک اسلامی سوچ رکھنے کی پاداش میں ''پرتشدد قید و بند'' کی صعوبتیں جھیلتا رہا اور جس کی قیادت میں لیبیا کی حریت پسند قوتوں نے اگست کے اواخر میں لیبیا کے دارالحکومت طرابلس پر قبضہ کرلیا۔ گزشتہ دنوں جب برطانیہ کے وزیراعظم کیمرون اور فرانس کے صدر سرکوزی طرابلس کے دورے پر گئے تو عبدالحکیم بیلحاج نے ان سے کہا۔

''اسلام اور جمہوریت میں کوئی تصادم نہیں مگر حجاب اور اللہ اکبر کے نعروں پر ہمارے مغربی دوستوں کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔''

میرا دل کہتا ہے اور یقیناً آپ کا دل بھی کہتا ہوگا کہ بادِ مخالف کی تندی و تیزی اپنی جگہ مگر یہ صدی جیسے جیسے آگے بڑھے گی اللہ اکبر کی صدائیں بلند سے بلند تر ہوتی جائیں گی۔

ہمارے ترقی پسند دانشوروں کو چاہئے کہ ان صداؤں کو سننے اور برداشت کرنے کی مجبوری سے سمجھوتہ کرلیں۔ جس طرح ان کے پیش رو سرخ سویرے کے منتظر ترقی پسند سرخہ دانشوروں نے روس کی شکست و ریخت کے بعد سرخ سویرے کو امید نوید کو فراموش کر دیا اور اب تک کئے ہوئے ہیں' یہ دانشور بھی تسلیم کرلیں کہ جس ملک کے وہ شہری ہیں' اس کی بنیاد دو قومی نظریہ یا نظریہ پاکستان ہے۔ جس کے بغیر یہ آزاد ملک معرض وجود میں نہیں آسکتا تھا اور اب فراموش کر دینے سے قائم و دائم نہیں رہ سکتا۔ کچھ آئی سمجھ؟

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

اقامت دین کی جدوجہد اور اپنا گھر

مسرت وسیم

اقامتِ دین کی راہ پر چلنے والوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ یہ پیغمبرانہ مشن ہے اور پیغمبرانہ مشن کے لیے اچھے اخلاق اپنانا ضروری ہے۔ اخلاق اس اجتماعی سلوک کو کہتے ہیں جو دوسروں سے تعلقات یا معاملات کے دوران کوئی مرد یا عورت اپنائے۔ ہم سب کو روزانہ اپنا احتساب کرنا چاہیے اور سب سے زیادہ اپنے آپ سے سچ بولنا چاہیے۔ کیونکہ جو اپنے ساتھ سچا ہے وہ ہر ایک کے ساتھ سچا ہوگا۔ سچائی کی اعلیٰ اخلاقی قدر کو اپنانے سے ایک خاص قسم کا روحانی سکون ملتا ہے۔ کسی بھی شخص سے کوئی تکلیف پہنچے تو اُس کے حق میں دُعا کریں، اللہ کی خاطر درگزر سے کام لیں۔ آپ محسوس کریں گے کہ آپ کے اندر خیر خواہی کا چشمہ ابل پڑا ہے اور دل و دماغ پُرسکون ہوگیا۔ یہ اس وقت ہوگا جب انسان کا ذہن مثبت اور تعمیری سوچ رکھتا ہو۔ رفیقات و رفقاء تنظیم کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب ہماری منزل رضائے الٰہی اور طریقہ سنتِ نبویؐ ہے تو تربیت اولاد کے ضمن میں ہمیں بہرحال نبی اکرم ﷺ کے بتائے گئے سنہری اصولوں کو اپنانا ہوگا۔ ہمیں ہردم یہ بات اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھنی ہوگی کہ باہر کی دنیا میں ہدایت کے دیئے جلانا، مگر اپنے گھر کو اندھیرے میں رکھنا نہ تو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور نہ ہی لوگوں کے نزدیک یہ اچھی بات ہے۔

قرآن حکیم میں جن وانس کی تخلیق کا مقصد بندگی بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾﴾ (الذاریات)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہم سے صرف بندگی مطلوب ہے اور سچا مومن تو وہی ہے جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے پسند کرے۔ لہٰذا جو شخص خود شاہراہ بندگی پر چلتا ہے، اُسے چاہیے کہ دوسروں کو بھی اس راستے کی دعوت دے۔ یہی تو امت کا مقصدِ وجود ہے، فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرۃ 143)

''اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔''

لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ گواہی ہمیں اپنے قول سے ہی نہیں، عمل سے بھی دینی ہے۔ دین حق کی گواہی اور دعوت تب ہی معتبر ہوگی جب ہم خود دین حق پر چلیں، اپنے گھر والوں کو اِس راستے کا راہی بنانے کی سعی کریں۔ لہٰذا نظام خلافت کی آرزو رکھنے والے ہر رفیق اور رفیقہ کو پہلے اپنی ذات اور اپنے گھر پر اسلام رائج کرنا ہے، تاکہ جو شخص دین پر (جو غریب اور اجنبی ہو چکا ہے) چلنا چاہے، اُسے معلوم ہو سکے کہ اس دور میں حق کے راستے پر کیسے چلا جا سکتا ہے۔

جب ہماری ذات اور ہمارا گھر اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کرے گا تو پھر ہی دیئے سے دیئے جلے گا اور فرد سے افراد اور افراد سے ملک و معاشرہ کا رخ بدل جائے گا۔ قرآن حکیم میں مومن کو کھجور کے درخت سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ کھجور کے درخت کی جڑیں سب درختوں سے منفرد ہوتی ہے۔ وہ جتنا اونچا ہوتا ہے اُتنا ہی مضبوط ہوتا ہے اور گہرائی تک اُس کی جڑیں جاتی ہیں۔ مومن کے ایمان کی جڑیں بہت مضبوط ہوتی ہیں۔ کھجور صحرا میں اُگتا ہے، اور موسم اور بادِ سموم کے گرم تھپیڑوں کا جواب میٹھی میٹھی کھجوروں سے دیتا ہے۔ اسی طرح کا معاملہ مومن کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت سے انسانوں میں سے اُسے چن کر اُس سے اپنا کام لیتا ہے۔ وہ بھی راہِ حق میں پیش آنے والی ہر طرح کی ذہنی و جسمانی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، طعنوں کو سہتا ہے، جنت کی آرزو لیے نفس کے منہ زور گھوڑے کو قابو کر کے بگڑے معاشرے کو خیر کی سوغات دیتا ہے۔ اس کی سب سے پہلی سوغات خود اُس کا اپنا نیک اور صالح وجود اور دوسری اس کی دینی شعور سے بہرہ مند اولاد ہوتی ہے۔

ہر انسان کا پھل اس کی اولاد ہے۔ وہ اندر سے کیا ہے، اُس کی اولاد کو دیکھ لو۔ سیرت النبیؐ کی روشنی میں ہمیں آنحضرت ﷺ کا طریقہ تربیت پر غور کرنا چاہیے۔ کس قدر عظیم الشان انداز تربیت ہے۔ آپؐ نبوت ورسالت کے اتنے بڑے مقام پر فائز ہیں، بہترین سیاستدان، بہترین مقرر، بہترین استاد، بہترین دوست، بہترین لیڈر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شوہر اور بہترین باپ بھی ہیں۔ آپؐ بچوں سے بے حد شفقت سے پیش آتے، بچوں سے پیار کرتے، ان سے کھیلا کرتے۔ اگر ہم واقعتاً دین کا احیاء چاہتے ہیں تو یاد رکھیں کہ بہت سی دینی جماعتوں کی ناکامی اور بدنامی کا سبب اُن کے افراد ہی بنے چاہے، خواتین ہوں یا حضرات۔ وہ اقامتِ دین اور تطہیر معاشرہ کا درد لے کر اس زور وشور سے اُٹھے کہ اپنے گھروں پر دھیان نہ رہا۔ نتیجتاً دین اُن کے گھر میں سرنگوں ہو کر رہ گیا۔ جس دین سے وہ محبت کرتے تھے وہی اُن کی اولاد کی بے زاری کا سبب بنا۔ وہ باہر روشنیاں بانٹتے رہے، مگر ان کے گھروں میں اندھیروں کا راج رہا۔ ہائے افسوس، ان گھروں پر جن کے نگہبانوں کو یہ یاد نہ رہا کہ انہیں روزِ محشر اپنی کمائی (اولاد) کی جواب دہی کرنی ہے کہ اُسے اللہ کے راستے پر لگایا یا شیطان کے راستے پر چلنے دیا، صدقہ جاریہ بنایا یا عذاب جاریہ!!

اتنے پھول کھلے اس دل میں
گھر کو سجانا بھول گئے

بحیثیت داعی ہماری ذمہ داریاں سخت کٹھن ہیں جنہیں ہم کو احسن طریقے سے ادا کرنا ہے۔ اسلام کے خاندانی نظام کا تقاضا ہے کہ عورت بہترین شریک حیات ہو اور مرد بہترین شریک سفر۔ بچے اپنے والدین ہی سے ساری اخلاقیات سیکھتے ہیں۔ اقامتِ دین کی تیسری منزل پر مردوں کا کام نمایاں طور پر نظر آتا ہے، مگر خواتین کا بالواسطہ کردار ایسا ہے کہ ان کے تعاون سے ہی مرد اپنا یہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے جنت ماؤں کے قدموں تلے رکھی گئی۔ جان لیجئے کہ عورت عظیم کارنامے سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتی ہے یہاں تک کہ معاشرے کا دھارا بدلنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ انسانوں کی تخلیق کی فیکٹری بھی عورت ہے، اور بچوں کو

بنانے، سنوارنے، سمجھانے کی کٹھن ذمہ داری بھی عورت پر ہے۔ ماں کی گود اولین مدرسہ ہے۔ بچوں کی ذہن سازی اور افعال و افکار کی تطہیر و تعمیر ماں کے صبر آزما کاوشوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بچوں کو نظریہ ماں دیتی ہے۔ اگر ماں یہ فریضہ انجام نہ دے تو یقیناً وہ قصوروار ہے۔ تعلیم کے بعد پہلی چیز تربیت اور ذہن سازی ہے۔ ایک مرد کی آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی سنور جاتی ہے اگر اُسے ایک نیک شریک حیات کی رفاقت میسر آئے۔

نیک اور صالح شخص کا کام ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت کے ساتھ اپنی بیوی کی تربیت کا بھی خصوصی اہتمام کرے، شریک حیات کے ہر نیک عمل پر اُس کی حوصلہ افزائی کرے، تاکہ گھرانہ اسلامی زندگی کی تصویر بن سکے۔ زوجین ایک دوسرے میں معرفتِ الٰہی کی آبیاری اور دین پر چلنے میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوں۔ اُن میں نہ صرف ایک دوسرے کے لیے تحمل اور عفو و درگزر کا مادہ ہو، بلکہ خاندان کے کسی فرد یا کسی بھی شخصیت سے دکھ ملے تو اللہ کی خاطر بھلادیں۔ اس سے خیر و بھلائی کے چشمے پھوٹنا شروع ہو جائیں گے، جو آپ کے دل و دماغ کو سکون دیں گے۔ جنت ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے۔ آج علم بہت ہے، سمجھ بھی ہے، مگر اس کے باوجود معاملات میں خرابی، شکوہ و شکایت اور دلوں میں دوریاں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگوں میں تحمل و برداشت نہیں رہا، ہم اپنے گھر کی دینی ذمہ داریوں کو بھلا بیٹھے۔ اللہ ہمیں اسلام پر چلنے کی توفیق دے، اور ہمارے گھروں کو اسلامی زندگی کا نمونہ بنائے۔ آمین!

بقیہ: تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ

کر کے چھوڑے گا چاہے کافروں کو یہ کتنا ہی ناپسند ہو"۔

فی الوقت حالات نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے اس اعتبار سے بھی سازگار ہیں کہ قوم خارجی طور پر امریکی دخل اندازی، جارحانہ عزائم اور دھمکیوں سے تنگ آچکی ہے اور اندرونی محاذ پر بھی اسلام کے نام پر مسلمان باہمی انتشار کا شکار ہیں، اور دینی قوتوں میں غلبۂ دین کے لیے مل کر جدوجہد کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ اس لیے مزید وقت ضائع کیے بغیر ملک میں نفاذ اسلام کی بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس ملک کی بقا و استحکام بھی نفاذ اسلام سے وابستہ ہے۔ اگر یہاں جلد نفاذ اسلام کی کوشش نہ کی گئی تو بڑی خرابیاں رونما ہوں گی جن کے ازالے کی شاید مہلت نہ ملے۔ اعاذنا اللہ من ذالک

بقیہ: منبر و محراب

اُٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔ عوام کو بتایا جائے کہ ہمارا اصل مسئلہ غیر اسلامی استحصالی نظام ہے، جس نے ظلم و ناانصافی اور شریعت سے بغاوت کے در کھول رکھے ہیں۔ اس نظام کے خاتمہ اور عادلانہ نظامِ خلافت کے قیام سے یہ دروازے بند ہو جائیں گے۔ بہرکیف ناموسِ رسالت کے تحفظ اور اِس ضمن میں ممتاز قادری کیس کے حوالے سے ہمیں بھرپور تحریک چلانی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ خالصتاً دینی ایشو ہے۔ اس پر کوئی دو آراء نہیں ہیں، سب متفق ہیں۔ اِسی لیے تنظیم اسلامی کے لیول پر ہم بھی اِس میں بھرپور حصہ لیں گے۔ اے پی سی میں تمام مکاتبِ فکر کے نمائندے اکٹھے تھے، اللہ کرے اِس اتحاد کا عملی مظاہرہ ہو۔ ہمارے دشمن تو یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے درمیان پھوٹ ڈالیں اور ہم دست و گریباں ہو جائیں، اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہیں۔ تاہم جب اسلام کے خلاف اقدامات ہوتے ہیں تو دینی جماعتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں، جیسا کہ اب ہو رہا ہے۔ اِس اتحاد سے ہمیں بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ ہمارے درمیان فروعی اختلافات کو باعث نزاع و افتراق نہیں بننا چاہیے۔ ہماری اساسات اور بنیادیں ایک ہیں۔ اللہ ایک، رسولؐ ایک، قرآن ایک ہے۔ اصولِ دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا ہمیں دین پر جمع ہونا چاہیے اور اس کے غلبہ و اقامت کے لیے بھرپور تحریک برپا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ﴾ "یہ کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ کرو"۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی ریاست بنائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنے بیٹے (فارن میں ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازم) عمر 27 سال، تعلیم بی ایس سی الیکٹرانکس کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0305-4481373

☆ لاہور میں رہائش پذیر باجوہ جٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم ایس سی اکنامکس، قد "5'7" کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ فیملی سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0315-4175034

☆ رحیم یار خان شہر میں مقیم آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، دراز قد، تعلیم بی ایس سی، ایم اے ایجوکیشن (زیرِ تعلیم) کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ تنظیم اسلامی سے وابستگی قابل ترجیح ہوگی۔ برائے رابطہ: 0322-2885639

دعائے مغفرت کی اپیل

اُسرۃ خدیجۃ الکبریٰ بہاولپور کی نقیبہ مسز عامر قریشی کے سسر محترم صلاح الدین قریشی بقضائے الٰہی انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتك

وحاسبه حسابًا یسیرًا

☆☆☆

معمار پاکستان نے کہا:

اگست 1941ء میں حیدرآباد دکن میں طلبہ نے قائد اعظمؒ سے سوال کیا کہ مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور محاورے کے مطابق لامحالہ میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبت اور رابطہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود یا مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں، نہ ملا، نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے۔ البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا معاشی، غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایت اور طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہے بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لیے حسنِ سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے، اس سے بہتر تصور ناممکن ہے۔"

حلقہ پنجاب شمالی کے سہ ماہی اجتماع کی روداد

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کا سہ ماہی اجتماع 18 ستمبر 2011ء کو جامع مسجد الفرقان اسلام آباد میں منعقد ہوا، جو صبح 8 بجے تا شام 5 بجے جاری رہا۔ اجتماع کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، جس کی سعادت حافظ اویس ریاض نے حاصل کی۔ اس کے بعد حلقہ کے ذمہ داران کا تعارف کروایا گیا۔ بعدازاں عمیر نواز نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ جب عبادات کے ذریعہ انسان کا اللہ کے ساتھ تعلق استوار ہو جائے، تو اس کی شخصیت میں ترفع پیدا ہوتا ہے اور اس کے اندر پیدا ہونے والا نور ایمان اس کی شخصیت کو بھی روشن کرتا ہے اور ماحول کے اندر بھی سرایت کرتا ہے۔ نور ایمان انسان کو اللہ کے دین کے لیے جدوجہد پر اُبھارتا ہے۔ لہٰذا وہ دین کے حق ہونے کی گواہی دیتا اور اس کے غلبہ کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ ثاقب الطاف نے فریضہ نہی عن المنکر کے حوالے سے حضرت نعمان بشیر ؓ سے مروی ایک حدیث بیان کی، جس میں کشتی کی دو منازل میں سوار لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اگر نچلے حصہ والے نیچے سے سوراخ کر کے پانی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اوپر والے انہیں منع نہ کریں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے انہیں روک دیں تو سب کے سب نجات پا جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اہل پاکستان نے زلزلہ، سیلاب اور دیگر عذابوں سے بچنا ہے تو انہیں نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنا ہوگا۔ جس طرح ہم مادی زندگی میں آگے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح ہمیں برائی کے انسداد کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر کوشش کرنا ہوگی۔ آج ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں، تو اس کی وجہ نہی عن المنکر کے فریضہ سے اعراض ہے۔ حلقہ کے ناظم تربیت علاؤ الدین خان نے دعوت کی ضرورت و اہمیت کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ دعوت الی اللہ کے ذریعہ انسان کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ داعی کا کام نتائج سے بے پرواہ ہو کر دل کی صفائی کے ساتھ دعوت کی ذمہ داری کو ادا کرنا ہے۔ یہ کام صرف علماء کے کرنے کا نہیں، سب لوگوں کے لیے بقدر استطاعت ضروری ہے۔ ’’نبی اکرم ﷺ بحیثیت داعی‘‘ کے موضوع پر ڈاکٹر امتیاز نے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم داعی اعظم تھے۔ آپؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے دعوت ہماری بھی ذمہ داری ہے۔ نبی اکرم ﷺ حیات طیبہ ہمارے لیے ہر شعبہ میں کامل نمونہ ہے۔ اس لیے دعوت کے سلسلہ میں بھی رہنمائی ہمیں وہیں سے ملے گی۔ آپؐ کی دعوت کا اصل منبع قرآن حکیم تھا۔ ہمیں بھی قرآن حکیم کی دعوت کو مرکز و محور بنانا ہوگا۔ قرآن کی تبلیغ کے لیے قرآن کی زبان کو سیکھنا پڑے گی۔ پھر یہ کہ حضور ﷺ کا روشن کردار دیکھ کر لوگ اسلام لے آتے تھے۔ ہمیں بھی مثالی کردار پیش کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ دعوت کی مخالفت ایک یقینی امر ہے۔ آپؐ کا اسوہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مخالفتوں کی پرواکیے بغیر یہ کام کرتے رہیں، اور صبر کو اپنا ہتھیار بنائیں۔ عمران بخاری نے ’’دعوت کے مخاطبین کی اقسام اور ان کو دعوت کے طریقے‘‘ کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ عربی محاورہ ’’الناس علی دین ملوکھم‘‘ کے حوالے سے معاشرے کی اکثریت ایک ذہین اقلیت کے پیچھے چلتی ہے، اس لیے ہمیں دعوت کا اصل ہدف اسی اقلیت کو بنانا ہوگا، کیونکہ جب تک یہ لوگ باطل پر رہیں گے، اکثریت باطل پر رہے گی۔ عادل یامین نے ’’داعیانہ کردار کے اوصاف‘‘ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہر شخص کی طرح داعی کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اس کا اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق بن جائے۔ اگر یہ تعلق نہ بنا تو انسان میں دین کے لیے قوت متحرکہ بیدار نہ ہوگی۔ جس شخص کا مقصود و مطلوب اللہ بن جائے وہ اللہ کے دین کو پامال ہوتا نہیں دیکھ سکتا، بلکہ اپنے تمام وسائل اللہ کے دین کی نشرواشاعت میں لگا دے گا۔

نمازِ ظہر اور کھانے کے وقفہ کے بعد حلقہ کے بقیہ امراء و ذمہ داران نے اپنا تعارف کرایا۔ بعدازاں اعجاز حسین نے دعوت کے ذرائع اور وسائل کے حوالے سے کہا کہ دعوت کے جدید ذرائع کو اختیار کرنا سنت نبوی ﷺ ہے اور یہ سلف صالحین سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی ان ذرائع کو اختیار کر کے دعوت کو مؤثر بنانے کی سعی کرنا چاہیے۔ اس پروگرام کا اہم خطاب نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان خالد محمود عباسی کا تھا۔ ان کا موضوع ’’تنظیم اسلامی کی مقبولیت کے اشارے اور ہمارے لیے احتیاطی تدابیر کی ضرورت‘‘ تھا۔ انہوں نے کہا کہ آج سے 20 سال پہلے جو لوگ تنظیم میں شامل ہوئے ان کا اپنے حلقہ احباب میں تنظیم کا تعارف کروانا خاصا مشکل تھا۔ یہ ایسے ہی تھا جیسے کولمبس کا امریکہ دریافت کر کے دوسروں کو بتانا، لیکن 9/11 کے بعد جب مغرب کے چہرے کا اصل نقاب اترا تو ہمارے لیے زیادہ مواقع پیدا ہو گئے اور آج پہلے کے مقابلے میں لوگوں کا رسپانس بہت مختلف ہے۔ خاص طور پر دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں میں شرکاء کی حاضری نے پچھلے سالوں کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں، جو اس بات کی علامت ہے کہ عوام الناس اور ذہین عناصر تنظیم اسلامی کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب جماعتوں کا پھیلاؤ ہوتا ہے تو یہ خدشہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کہیں اپنے اصل فکر سے ہی نہ ہٹ جائیں کہ بعض اوقات فیصلہ ساز ادارے اور حکومتیں بھی ایسی جماعتوں کو ان کی اصل حیثیت سے بڑھا چڑھا کر پیش کرتی ہیں، جس کے نتیجہ میں جماعتیں کسی شارٹ کٹ کی تلاش میں اصل راستے سے ہٹ جاتی ہیں۔ ہمیں اس بات پر اللہ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کے ذریعہ ہمارا تعلق قرآن سے جوڑ دیا۔ البتہ یہ بات جہاں ہمارے لیے اعزاز ہے، وہیں یہ خطرہ بھی ہے کہ ’’بلعم بن باعورۃ‘‘ کی طرح شیطان ہمیں ہمارے راستے سے نہ ہٹا دے۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ حقیقی انقلابی ہوتے ہیں، وہ مخالفتوں سے کبھی نہیں گھبراتے بلکہ مخالف فضا میں اپنے فکر سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ جڑے رہتے ہیں، لیکن جونہی ماحول کچھ موافق ہو جاتا ہے، ان کے لیے خطرے کا الارم بھی بجنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے اور اللہ سے جادۂ حق پر قائم رہنے کی دعا بھی کرنی چاہیے۔ وقتاً فوقتاً اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ کہیں ہم غیر محسوس طریقے سے اپنے راستے سے ہٹ تو نہیں رہے۔

پروگرام کے آخر میں ناظم حلقہ راجہ محمد اصغر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے آج کے بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ امت وسط ہونے کے ناطے دعوت الی اللہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اس لیے رفقاء تنظیم کو کوشش کرنی چاہیے کہ روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ دعوت کے کام کے لیے وقف کریں۔ انہوں نے تمام رفقاء، منتظمین اجتماع، مسجد انتظامیہ اور مولانا اسرائیل صاحب خطیب جامع مسجد الفرقان کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا۔ اس اجتماع میں 325 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: عبدالرؤف، ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی)

علم کے متعلق چار اقوال

علم اور جہل کے متعلق چار بہترین اقوال یہ ہیں:

- ☆ عالم جب تک طلب علم میں رہے گا تب تک وہ عالم رہے گا اور جاہل جب تک طلب علم سے کتراتا رہے گا اس وقت جاہل ہی رہے گا۔
- ☆ علم کے متعلق پوچھنے سے شرم کرنے سے علم میں کمی آتی ہے۔
- ☆ علم کو چھپانا باعث ہلاکت اور پھیلانا باعث نجات ہے۔
- ☆ ہر وقت بحث و مباحثہ کرنا قلت علم کی دلیل ہے۔

money to strip of their dresses? All of them are dressed immodestly and an individual with moral values would not prefer these types of ads. This raises a question in my mind: has our greed for money reached such an extent that we are ready to pose in any manner?

When we see the current scenario, we can almost find every advertisement features women and more astonishing is that we also find women featuring in advertisements and promoting products with which they have no relation whatsoever. Say for example, the use of women in a swimming suit by JK Cement, in Castrol Oil, in Amul Macho, in Vi-John Shaving Cream, in SF Sonic Batteries, in Savsol Oil (for Lorries), in Brylcreem Hail Gel, etc. This just leaves me with one question, how do we relate women with shaving cream, battery, cement and engine oil for lorry?

In any activity that we perform, both means and ends are very important. PETA is an organization which mainly focuses animal's suffering, factory farms, clothing trade and in the entertainment industry. They also work on a variety of other issues, including the cruel killing of beavers, birds and as well as cruelty to domesticated animals. It also does public education, cruelty investigations, research, animal rescue, special events and protest campaigns. While the organization is into such noble acts, it uses immoral and indecent means to promote its campaign and communicate its message to the general public. It mostly uses nude or semi-nude women in its publicity events. Definitely, they might be able to communicate the message to the masses but it is also necessary to analyze the damage it is causing to the society by adopting such means for its awareness and promotion.

Thanks to the western advertisements that have given concept and ideology to use sex and immodesty in their ads to sell the products. Products like Calvin Klein Jeans, Miller Lite Beer, Coors Light Beer, Axe Perfume, BMW, Robbins Diamonds, Heineken Beer, Bud Light Beer, Alpin Plastic Society, Federice Ice Cream, Subway, Dolce & Gabbana, Agra Camera, Ikea Furniture, Blaupunkt Speakers, etc., have promoted sex and immorality in their advertisements. And appreciation for the Indian (Pakistani) companies for exactly imitating as to what the west does. What a tragedy and moral bankruptcy indeed!

The pressure being put on women through advertisements, television, film and new media to be sexually attractive and sexually active is profound. This type of advertisements put pressure on the women to possess a sexual appeal in order to be recognised in the society. These types of advertisements also instigate the sexual desires in men which later leads to acts like women molestation, sexual abuse, rape, etc. The National Eating Disorders Association reports that one out of four TV commercials sends some kind of "attractive message".

After seeing all this, I get only one question in my mind. Are we trying to sell a product or are we trying to sell women? Today's advertisements have reduced women to a mere commodity, judged by the attributes of their bodies rather than who they are, as a person. The current advertisement triggers me to make a formula. Current Advertisement = Women + Immodesty. Women are diamonds; our mothers, sisters, daughters and wives should be treated as Queens rather than market commodities. They should be given the respect that they demand. Bashfulness is a special characteristic of women. If they lose it, they lose all charm. The modern condition of women has become such that they have lost all their shame, decency and delicacy. The current advertisement is a tool of killing women's modesty. Definitely, we would not prefer our mothers, wives and daughters in those advertisements and in those poses, but on the other hand we are ready to use other women just to create awareness and to increase the sales of our product! What an irony!

In order to stop this immorality and indecency the problem should be solved from the grassroots level. This can only be stopped when one strongly believes in Allah and fears His punishment on the Day of Judgment. I sometimes wonder, what are the womenfolk doing? What are the organizations that stand against women exploitation doing? What are the organizations that are against immodesty of women doing? Let them come to the fore and make concerted efforts to put an end to this immorality and indecency.

Syed Kazim

ADVERTISEMENT: A TOOL TO KILL WOMEN'S MODESTY

[We are publishing this article with courtesy "Radiance Viewsweekly". Since the writer is an Indian Muslim, he has mentioned the Indian names whereas the condition in Pakistan is also the same. Rather worse, because we watch electronic media plus cable TV in which both Indian and Pakistani channels are available; *Editor*]

We live in an age that glorifies immodesty and immorality. On almost every commercial advertisement, whether it is on a billboard, television, newspaper or in a magazine, and regardless if the advertised product is food, clothing, perfume or automobiles, the allurement is not the product itself, but also the women who are dressed immodestly. Immodesty has become so commonly accepted that it does not bother the majority public. Many people feel no shame if they see someone on television or in public who is dressed immodestly.

The exploitation of women in advertising industry is from the beginning, although the level to which women have been exploited has changed drastically. Advertising is a highly visible and seemingly controversial agent of socialization. Indeed, it appears everywhere in our lives, on television, on the internet, on buses, in our mailbox, in magazines, and now in the toilets of restaurants and nightclubs, too.

Jean Kilbourne, one of the best-known advocates who have raised awareness about the exploitation of women in advertising, claims, "We are exposed to over 2000 ads a day, constituting perhaps the most powerful educational force in society." But the problem is that it often exploits women as sex objects and adornment strips women off their individual identities. Women are viewed as "things", objects of male sexual desire or part of the merchandise rather than people. Body exposure and frequency of these ads have increased at an alarming rate over time.

One reason for the increase in the level of immodesty in advertisement is because the corporate world feels that "Sex Sells". The science behind using attractive women in ads is actually more in-depth than it might seem. It is simply to get a male's attention and to generate greater publicity. Through these ads, young girls are being taught that starving yourself, dying your hair and showing your skin is the only way to get ahead.

In the recent years, we have noticed a paradigm shift in the field of advertisement. Shari Graydon, former president of Media Action Media (Canada), argues that women's bodies are sexualized in ads in order to grab the viewer's attention. Women become sexual objects when their bodies and their sexuality are linked to products that are bought and sold.

Media activist Jean Kilbourne agrees. She notes that women's bodies are often dismembered into legs or thighs, reinforcing the message that women are objects rather than whole human beings. When we analyze the current ads, it looks like modesty has just flown away and it has paved way of immodesty and indecency.

When we see the current billboard ads, they are filled with immodesty and indecency. The companies advertise it boldly and the public watches it happily. After seeing all this, it leaves me with one question: Are these stars taking money to promote the product or are they taking